بسم اللہ الرحمن الرحیم

شمارہ نمبر 15 | «وقل جآء الحق وزهق الباطل ۰ ان الباطل كان زهوقا» | اگست 2023ء

مجلّہ

پشاور

راہ ہدایت

مدیر اعلیٰ

مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

نائب مدیر

خادم اہلسنت طاہر گل دیوبندی عفی عنہ

ناشر

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

03428970409

فہرست مضامین

ضروری گزارش

قارئین کی خدمت میں گزارش ہے کہ رسالہ میں کسی بھی قسم کی کوئی غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں جزاکم اللہ خیرا فی الدنیا والآخرۃ

نوٹ: گزشتہ شماروں کی پی ڈی ایف حاصل کرنے کے لئے 03428970409 پر واٹس ایپ کیجئے۔

مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

تجلیات صفدر اور ناصبی ویزیدی حضرات

(تجلیات صفدر کی ایک عبارت کے متعلق پروپیگنڈے کی حقیقت)

حجۃ اللہ فی الارض رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ میرے دادا استاد کو اللہ تبارک وتعالی نے ایسے مقبولیت عطا کی ہے کہ بعد الوفات بھی ان کا فیض جاری وساری ہے، کسی نے سچ کہا ہے کہ جب تک سورج چاند رہے گا، اوکاڑویؒ تیرا نام رہے گا۔ ان شاءاللہ

تقریر ومناظرے کے میدان میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس رحمہ اللہ سے جو کام لیا ہے اپنے تو اپنے غیر بھی انگشت بدندان ہے۔ حضرت اوکاڑویؒ نے اپنی زندگی میں مختلف میدان سنبھالے ہوئے تھے اکیلے ایک جماعت اور انجمن کے برابر تھے۔ حضرت نے درجہ ذیل محاذ پہ کام کیا ہے۔

1)__پہلا محاذ عیسائیت

2)__دوسرا محاذ غیر مقلدیت:

غیر مقلدیت کے حوالے سے حضرت کے خدمات مندرجہ ذیل عنوانات کے گرد گھومتی ہے۔

۱) غیر مقلدیت کی تاریخ۔

۲) لفظ اہل حدیث کی بحث اور وضاحت

۳) لفظ اہل حدیث کی الاٹمنٹ

۴) غیر مقلدین کا عمل بالحدیث

۵) غیر مقلدین کی فقہ

۶) کتب غیر مقلدین کی اشاعت

7) تقلید کی اہمیت وضرورت

8) غیر مقلدین کے فریب وفراڈ

۹) انکار حدیث کا نیا روپ

۱۰)غیر مقلدیت کار دان کی اپنی کتب سے

۱۱)غیر مقلدین کے ساتھ چند مخصوص مسائل کی بجائے جدید عنوانات پہ مناظرے

۱۲)مناظرہ اصول پر یا فروع پر

۱۳)مقام امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

۱۴)فقہ حنفی کی برتری

3)__ تیسرا محاذ فتنہ قادیانیت

4)__ چوتھا محاذ فتنہ انکار حدیث

5)__ پانچواں محاذ فتنہ مسعودیت

6)__ چھٹا محاذ فتنہ مماتیت

7)__ ساتواں محاذ رد بریلویت

8)__ اٹھواں محاذ فتنہ یزیدیت

ان تمام میدانوں میں حضرت رحمہ اللہ کو جو کامیابی ملی اور اکابرین نے ان کے کاموں کو سراہا۔اس کے لیے قارئین کرام تین کتابوں کی طرف مراجعت کریں۔ماہنامہ الخیر خصوصی نمبر،ماہنامہ حق چاریار خصوصی نمبر اور امین ملت تازہ تصنیف لطیف استاد مکرم مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی صاحب حفظہ اللہ۔جو کمپوزنگ کے مراحل سے نکل کر چھپنے کے مراحل میں ہے ان شاءاللہ۔صرف امام اہل السنت شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کا ایک جملے پر اکتفاء کرتا ہوں اور پھر اپنے مقصد کی طرف آتا ہوں۔ام اہل سنت والجماعت شیخ سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں کہ

> "انہوں نے احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ اس صورت میں ادا کیا کہ ماضی میں اس کی مثال کہیں خال خال ملے گی اور زمانہ حال ان کی نظیر سے خالی ہے اور مستقبل درجہ اسباب میں تاریک نظر آتا ہے۔صرف لاتیاسو من روح اللہ کی اک ڈھارس باقی ہے۔
>
> (الخیر خصوصی نمبر 75)

امام اہل السنۃ والجماعت کی اس زبردست توثیق کے بعد کسی ماوشما کے ہفوات اور مذمت اس آسمان علم کی شان میں کوئی جرح نہیں اور ان کی حیثیت گرا سکتا ہے۔

حضرت اقدسؒ نے مختلف میدانوں میں کام کیا ہے اور یہ بات بھی بدیہی ہے کہ ہر فتنہ نے حضرت اقدسؒ کے خلاف کچھ نہ کچھ ضرور لکھا ہے لیکن ان فرق وباطل فتنوں میں ایک فتنہ یزیدیت کا ہے اور حضرتؒ نے علمی و تحقیقی انداز میں اس کا زبردست رد کیا ہے۔اس کے لیے آپ تجلیات صفدر جلد اول کی طرف مراجعت کریں۔ان بے چاروں کے پاس تجلیات میں مندرج مضامین کا علمی رد نہیں ہے تو اہل باطل میں احمد رضاخان کا طرز اپنا کر عبارات کو غلط مفہوم نکال کر صاحب تجلیات کے ذمہ لگاتے ہیں۔اگر اس کام کا نام تحقیق ہے تو پھر یزیدیوں سے یہ میدان بہت پہلے احمد رضاخان نے سنبھالا تھا۔آپ کو آنے کی ضرورت نہیں کہ آپ اکابرین دیوبند کے مسلمہ شخصیات پر زندیق وغیرہ کا فتوی لگاتے ہیں کیونکہ اس طرز پر تو احمد رضا نے ان پر کفر کا فتوی لگا چکا ہے۔جب مشن دونوں کا ایک ہے تو صاف کہہ دیں۔زر دزر د کہنے کی ضرور نہیں۔

خیر ملتان کے دو جڑوے بھائیوں اور کراچی کے ایک کمپوزر نے لال کرتی والی سرکار کے سرپرستی میں تجلیات صفدر کے ایک عبارت کے متعلق غوغا شروع کیا کہ اس عبارت میں حضرت معاویہؓ کی تنقیص موجود ہے۔۔سب سے پہلے آپ وہ عبارت ملاحظہ کریں۔حضرت اوکاڑویؒ لکھتے ہیں کہ

> "طبرانی میں ہے کہ یزید نوجوانی میں ہی شراب پیتا تھا اور نوجوانوں والی حرکتیں کرتا تھا۔جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نرمی سے نصیحت فرمائی کہ:بیٹا!ایسے کام نہ کرو جس سے مروت ختم ہو جائے دشمن خوش ہوں،دوست برا سمجھیں اور فرمایا:"کم از کم دن بھر ایسی باتوں سے صبر کیا کرو اور جب رات آتی ہے تو رقیب کی آنکھ بند ہو جاتی ہے۔کتنے فاسق ہیں کہ دن عبادت میں گزارتے ہیں اور رات لذت وعیش میں گزارتے ہیں۔"علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ نصیحت اس حدیث کے موافق ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی گندگیوں میں مبتلا ہو جائے تو اس کی پردہ پوشی کرے۔(البدایہ)باپ کی اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے یزید اپنے فسق کو چھپانے لگا...الخ۔"
> (تجلیات صفدر:1/520)

اب اس عبارت پر یزیدیوں اور نواصب نے آسمان سر پہ اٹھایا ہے کہ اس عبارت میں حضرت معاویہؓ کی تنقیص ہے۔ جب کہ تمام اکابر لکھ چکے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کو یزید کی فسق وفجور کا پتہ نہیں تھا۔ جب کہ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کو پتہ تھا۔ اور حضرت معاویہؓ نے منع کرنے کی بجائے ان کو نصیحت کی کہ دن کی بجائے یہ کام رات کو کیا کرو!

اس عبارت کے متعلق دو تین باتیں ملاحظہ کریں اور فسق یزید کے متعلق حضرت اوکاڑویؒ کا موقف بھی ملاحظہ کریں کہ وہ حضرت معاویہؓ کی زندگی میں یزید کا فسق مانتے ہے یا بعد میں جس طرح دیگر اکابر کا نظریہ ہے۔

اولاً: اس روایت کو نقل کرنے والے صرف حضرت اوکاڑویؒ نہیں بلکہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ بھی ہے تو اگر صرف نقل روایت سے حضرت اوکاڑویؒ معاذ اللہ مجرم اور زندیق ہے تو امام ابن کثیر کیوں مجرم اور زندیق نہیں؟ جبکہ یزیدیوں کے امام پروفیسر طاہر ہاشمی ابن کثیر کو امام مانتے ہیں۔

ثانیاً: ایک روایت کے اندر کئی پہلو ہوتے ہیں لیکن ناقل کے سامنے ایک پہلو ہوتا ہے دیگر کی طرف ان کی توجہ نہیں ہوتی اور نہ وہ پہلو ان کے حاشیہ خیال میں ہوتا ہے۔ مولانا جمیل الرحمن عباسی صاحب نے اپنے فیس بک وال پہ ایک بہترین مثال پیش کیا ہے ملاحظہ کریں۔

> " صحیح بخاری شریف میں روایت ہے قال عُروۃُ : ثویبۃُ مولاۃ لابی لھب ---قال ابُولھب لم الق بعدکم غیر انّی سُقِیتُ فِی ھذِہ بِعتاقتِی ثویبۃ۔
>
> (صحیح بخاری شریف جلد 2 صفحہ 764 ۔ باب وامھاتکم اللاتی ارضعنکم)
>
> مطلب یہ ہے کہ: ابولہب کی وفات کے بعد اس کے گھر کے کسی فرد (حضرت سیدنا عباس) کو خواب میں ابولہب بہت ہی بدترین حالت میں دکھایا گیا، جب اس سے حال پوچھا تو ابولہب نے کہا مرنے کے بعد میں نے کوئی (راحت) نہیں پائی، ہاں ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے مجھے (تھوڑا سا پانی وغیرہ) پلایا جاتا ہے"

اس روایت پر جو مختلف اشکالات ہوتے ہیں اس کا ایک جواب یہ بھی دیا جاتا ہے کہ: اس روایت کو نقل کرنے میں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے پیش نظر اس روایت کا صرف ایک تاریخی پہلو تھا کہ تاریخ سے سیدہ ثویبہ کا ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی ہونا ثابت ہے۔ اور اس روایت کا دوسرا پہلو کہ ابولہب کو آخرت میں کوئی فائدہ

ہو رہا ہے یہ والا پہلو امام بخاری کے پیشِ نظر تھا ہی نہیں۔ اسی طرح حضرت اوکاڑویؒ رحمہ اللہ کی نقل کردہ روایت میں بھی صرف یہ پہلو ان کے پیش نظر تھا کہ یزید کا فسق تاریخ سے ثابت ہے روایت کا ہر ہر پہلو ان کے پیش نظر نہیں تھا۔

ثالثاً: دراصل جن حضرات نے حضرت اوکاڑویؒ کی کتب کا مطالعہ کیا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت اوکاڑویؒ بسا اوقات بطور الزام بھی روایات وعبارات نقل کر جاتے ہیں اور تجلیات صفدر کی پہلی جلد میں البدایہ کے حوالے سے نقل کردہ جس روایت کو بنیاد بنا کر حضرت اوکاڑویؒ کے خلاف طوفان بد تمیزی کھڑا کیا گیا ہے یہ روایت بھی ابو ریحان عبد الغفور نامی یزیدی کے خلاف بطور الزام نقل کی گئی ہے جسے حضرت اوکاڑویؒ کا نظریہ نہیں کہا جا سکتا۔

یہ تو تجلیات صفدر کی عبارت کا حل تھا۔ یزیدی وناصبی بزور اس عبارت سے یہ مفہوم اخذ کرتے ہیں کہ حضرت اوکاڑویؒ یزید کی فسق حضرت معاویہؓ کی زندگی میں مانتے ہیں اور یہ نظریہ سب اکابر دیوبند کے خلاف ہیں۔ بالکل رضاخانیوں کا انداز اپناتے ہیں کہ عبارات اکابر سے ایسا مفہوم اخذ کرتے ہیں جن سے اکابرین کے کراماً کاتبین بھی ناخبر ہوتے ہیں۔

فسق یزید کے متعلق اکابرین کی دو رائے ہیں۔

1: یزید میں فسق وفجور حضرت معاویہؓ کے وفات کے بعد پیدا ہوئی ہیں۔

2: حضرت معاویہؓ کے زندگی میں یزید کے اندر برائیاں تھی۔ مگر وہ فاسق معلن نہیں تھا۔ یہ دونوں رائے اکابرین کی ہے اور حضرت اوکاڑویؒ بھی دوسری رائے رکھتے ہیں۔

اس پر دو تین حوالے ملاحظہ کریں۔

1: تجلیات صفدر کی اسی پہلی جلد میں حضرت اوکاڑویؒ نے صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ:

"سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حیات میں اس قسم کی کھلم کھلا بے حیائیاں اس میں نہ کی تھیں تو امیر معاویہؓ پر کیا اعتراض؟"

(تجلیات صفدر: ج ا ص 594)

نیز مشہور کتاب "تریاق اکبر بزبان صفدر" دارالعلوم عید گاہ کبیر والا کے فاضل حضرت مولانا عبد الرزاق صفدر صاحب کی تصنیف ہے اور اس کتاب میں انہوں نے مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کے درسی افادات کو نقل کیا ہے۔تریاق کے صفحہ 23 پر دی گئی معلومات کے مطابق حضرت مولانا عبد الرزاق صفدر صاحب نے ۳ محرم 1419ھ کو جامعہ خیر المدارس کے شعبہ تخصص میں داخلہ لیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ تریاق میں نقل کیے گئے درسی افادات مئی 1998ء کے بعد کے ہی ہیں، یہ کتاب 2003ء میں منظر عام پر آئی جبکہ تجلیات صفدر کی پہلی جلد جس میں زیر بحث روایت ہے،1996ء میں منظر عام پر آئی۔تریاق اکبر میں ایک سوال نقل کیا گیا ہے کہ:

"حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کو کیوں خلیفہ منتخب کیا؟اس کی وجہ سے امت میں بڑے مفاسد کھڑے ہوئے،اپ نے قوم کو غلط راہ پر ڈال دیا،یہ کام انہوں نے ذاتی مفاد کی خاطر سرانجام دیا جو مذموم امر تھا؟"

اس سوال کے حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے جوابات دیئے ان کے اہم نکات کی جھلکیاں تریاق اکبر سے ملاحظہ فرمائیں۔حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے فرمایا:

ا......پہلی بات تو یہ ہے کہ شرعی لحاظ سے بیٹا باپ کا خلیفہ بن سکتا ہے نصوص قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کے اعتبار سے کچھ منع نہیں بلکہ جائز ہے۔شیعہ بھی اس مسئلہ پر اپنی کتاب سے کوئی سند نہیں لا سکے کہ بیٹے کو خلیفہ بنانا ناجائز ہو اگر شرعی لحاظ سے بیٹے کا خلیفہ بننا ناجائز ہوتا تو اس دور کے اکابر نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جانشین کیسے منتخب فرمایا؟خیال نہ آیا کہ اس طرح امت ایک غلط راہ پر چل پڑے گی بلکہ روایات میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اپنی بیعت کی طرف بلایا اور لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی دیکھیئے:طبقات ابن سعد:ج۳ص۵۲ ثم انصرف الحسن ابن علی من دفنہ فدعا الناس الی بیعتہ فبایعوہ۔البتہ انتخاب میں اہلیت شرط ہے۔

۲......حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یزید کو خلیفہ بنانا (اگرچہ اس سے افضل لوگ موجود تھے) مجبوری کی بناء پر تھا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے جس طرح ہم چاروں اماموں کو مجتہد کہتے ہیں اور ان کا آپس میں جائز اور ناجائز کا اختلاف بھی ہے لیکن ہم کسی کو باطل نہیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ مجتہد مصیب کو دو اجر ملیں گے اور مجتہد مخطی کو ایک ضرور اجر ملے گا وہ گناہ گار نہیں ہے۔

۳......باقی رہا یہ اعتراض کہ یزید تو فاسق اور فاجر تھا پھر اس کو اس سے اچھے لوگوں پر خلیفہ کیوں منتخب کیا؟ تو سنئے یزید بن معاویہ کے قبائح اور معائب کے متعلق لوگوں کے بہت کچھ اقوال پائے جاتے ہیں لیکن بین الافراط والتفریط یہ چیز معلوم ہوتی ہے کہ جس دور میں یزید کا انتخاب اور نامزدگی کی گئی اس دور میں اس کے مفاسد اور قبائح علانیہ طور پر موجود نہ تھے۔ حضرت نانوتویؒ نے بھی اس کی تائید میں لکھا ہے کہ: "حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب یزید کو اپنا ولی عہد بنایا تو اس وقت وہ علی الاعلان (کھلم کھلا) فاسق نہیں تھا اگر اس میں کوئی خامی اور تقصیر تھی تو وہ در پردہ تھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر نہیں تھی علاوہ ازیں جہاد میں اس کی صلاحیت اور حسن تدبیر مشہور ہے۔" حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جس دور میں اس کی نامزدگی کی تو اس میں اہلیت سمجھ کر ہی ایسا کیا گیا تھا آئندہ کے لیے کسی کو کیا معلوم ہوتا ہے کہ کیا حالات پیش آئیں گے؟ والغیب عند اللہ تعالیٰ۔

۴......حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے بعد جو یزید کے کارنامے مثلاً واقعہ کربلا، واقعہ حرہ اور مکہ مکرمہ پر چڑھائی ان کا ذمہ دار خود یزید ہے نہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ۔ ان کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مطعون کرنا بڑی زیادتی ہے اور آنجناب رضی اللہ عنہ اس کے ذمہ دار نہیں......الخ۔

(ملخصاً: تریاق اکبر بزبان صفدر: ص219 تا 221)

فلہٰذا حضرت اوکاڑویؒ فسق یزید کے مسئلہ میں تمام اکابر دیوبند کے ساتھ ہے اور دیگر مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی اکابر دیوبند کی ترجمانی کیا ہے۔

خود دارلعلوم دیوبند کے دار الافتاء نے حضرت اوکاڑویؒ اور ان کی مقبول ترین کتاب تجلیات صفدر کے متعلق جو فتویٰ دیا ہے بمع فتوی نمبر ملاحظہ کریں۔

سوال نمبر:67794

عنوان: مولانا امین صفدر اکاڑوی صاحب کی زندگی اور ان کی کتابوں کے سلسلے میں کچھ کتابیں بتاسکتے ہیں؟

سوال: میں نے مولانا امین صفدر اکاڑوی صاحب کی کچھ تقریریں سنیں اور میں تقلید کے سلسلے میں ان کی وضاحت سے بہت متاثر ہوں۔ کیا آپ ان کی زندگی اور ان کی کتابوں کے سلسلے میں کچھ کتابیں بتاسکتے ہیں؟

جواب نمبر:67794

بسم اللہ الرحمن الرحیم

FatwaID:1001-947/SN=11/1437

"تجلیاتِ صفدر" حضرت مولانا امین صفدر صاحب مرحوم کی بہترین اور ضخیم کتاب ہے، سات جلدوں میں طبع ہوئی ہیں، اس کے شروع میں موٴلفِ کتاب کی سوانح عمری بھی شامل ہے، آپ اس کا مطالعہ کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

دار الافتاء،

دار العلوم دیوبند

عادل زمان فاروقی فاضل جامعہ فاروقیہ کراچی

عقیدے کی اہمیت

عقیدے کی اہمیت اللہ تعالی نے کامیابی کے لیے دین اسلام سے نوازا ہے اسلام ایک ہمہ گیر اصولوں اور جامع ترین نظام کا نام ہے جس طرح آسمان کی وسعت زمین کے دامن کا تمام تر احاطہ کرتی ہے اسی طرح اسلامی تعلیمات کا سایہ انسانی زندگی کے سر پر مکمل حاوی ہے کوئی رخ یا پہلو ایسا نہیں ہے جہاں دین نے ہماری دست گیری نہ کی ہو اور ہمیں ہدایت سے روشناس نہ کرایا ہو دین پانچ چیزوں کے مجموعے کا نام ہے

(۱)اعتقادات

(۲)عبادات

(۳)اخلاقیات

(۴)معاملات

(۵)معاشرات

ان میں بنیادی چیز اعتقادات ہیں عقیدہ ٹھیک ہو گا تو بقیہ چار چیزوں کی قیمت لگے گی اگر عقیدہ ٹھیک نہ ہوا تو عبادات ہوں یا اخلاقیات ہوں یا معاملات ہوں یا معاشرات ہوں ان کی کوئی وقعت نہیں عقیدہ اساس کا درجہ رکھتا ہے عقیدہ درست ہو گا تو چھوٹا سا عمل بھی اللہ تعالی قبول فرماتے ہیں اور اگر عقیدہ درست نہ ہو تو بڑے سے بڑا عمل بھی اللہ تعالی قبول نہیں فرماتے بلکہ اس کو رد کر دیتے ہیں عقیدہ اصل ہے اور عمل فرع ہے یہاں دفع دخل مکدر کے طور پر ایک بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں میرا مقصد عمل کی اہمیت کو گرانا نہیں ہے بلکہ عمل کو قبولیت کا درجہ درست عقیدے پر حاصل ہوتا ہے بارگاہ ایزدی میں وہ عمل اللہ تعالی قبول فرماتے ہیں جس عمل کی پشت پر صحیح عقیدہ ہو صحیح عقائد کے بغیر آخرت کے عذاب سے نجات پانا ممکن ہی نہیں جبکہ نیک عمل اگر دامن میں نہ ہوا تو امید ہے کہ اللہ تعالی معاف فرمادیں عقیدہ بنیاد ہے

"ان العقائد كلها اس لاسلام الفتى ان ضاع امر واحد من بينهن فقد غوى"

ترجمہ: تمام عقائد اسلام کی بنیاد ہیں اگر ان میں سے ایک چیز بھی ضائع ہو جائے تو انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔

عقیدہ اور عمل میں فرق یہ ہے کہ عقیدہ کا محل دل کو بنایا گیا اور اعمال کا محل جہاں سے اعمال صادر ہوتے ہیں وہ بدن ہے دل کٹ جاے تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور اگر اعضاء جسم میں سے کچھ کٹ جاے تو انسان زندہ رہ سکتا ہے روز ہماری آنکھوں کا مشاہدہ ہے ایسے کئی لوگوں کو آپ نے دیکھا ہو گا جن کا ہاتھ کٹا ہو گا وہ زندہ ہونگے پاؤں کٹا ہو گا یا دیگر اعضاء میں سے لیکن آپ نے ایسا آدمی نہیں دیکھا ہو گا جس کا دل کٹا ہو اور وہ زندہ ہو جو فرق دل اور اعضاء جسم میں ہے وہی فرق عقیدہ اور عمل میں ہے درست عقیدے کے ساتھ عمل کی اہمیت بڑھتی ہے درست عقیدہ نہ ہو تو بد عقیدگی کے ساتھ بڑے سے بڑا عمل بھی اللہ تعالی مردود قرار دیتے ہیں اس لیے عقیدے کو مد نظر رکھنا چاہیے افسوس صد افسوس آج ہمارے طبقے میں ایک فضاء یہ قائم کی گئی کہ فلاں معتدل ہے فلاں متشدد نہیں ہے اس کے ساتھ تعلقات استوار کیے جاتے ہیں اپنے پروگرام میں انہیں مدعو کیا جاتا ہے جب اپنا کوئی کہتا ہے کہ فلاں کا عقیدہ درست نہیں ہے تو اسے متشدد کہا جاتا ہے اگر آپ عمل کو ہی بنیاد بنا کر ہر اہل باطل کے ساتھ تعلقات بنائیں گے تو نعوذ باللہ کل کو کیا کوئی قادیانی آجاے تو پھر آپ اسے بھی گلے سے لگائیں گے اور کہیں گے کہ وہ بھی ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں کلمہ پڑھتے ہیں اخلاق بھی اچھے رکھتے ہیں نہیں لگائیں گے نا وہ جو کلمہ پڑھتے ہیں اس سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی کو لیتے ہیں اسی طرح منکرین فقہ. اہل بدعت. منکرین حیات النبی ﷺ. اور اسی طرح دیگر گمراہ فرقے منکرین حیات النبی ﷺ اکابر علماءِ دیوبند کا نام لیتے ہیں پر اکابرین کا اجماعی عقیدہ تسلیم نہیں کرتے صرف لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے علماِ دیوبند کا نام لیتے ہیں اور اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں یہ سارے باطل ہر بے اپنے غلط عقیدے کو پھیلانے کے لیے اور اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے کرتے ہیں ہمارے حضرات کو بیداری کا ثبوت دینا ہو گا اگر ہم اپنے اکابر علماِ دیوبند کے نام لیوا ہیں قاسم العلوم والخیرات حجۃ للہ فی الارض حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ فقیہ النفس قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ حضرت عمدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ شیخ الہند اسیر مالٹا حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ بانی تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی رحمہ اللہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اور ان حضرات کے علاوہ ایک بہت بڑی فہرست ہے آپ عقیدہ حیات النبی ﷺ کے حوالے سے عبارات ان حضرات

کی کتب میں دیکھ سکتے ہیں میں دست بستہ آپ حضرات کی خدمت میں گزارش کر رہا ہوں کہ آپ حضرات میرے سر کا تاج ہیں آپ میرے بڑے ہیں یہ اہل باطل کا ہمیشہ وطیرہ رہا ہے کہ اہل حق کو استعمال کر کے اہل حق کا نام استعمال کر کے اپنے عقائد و نظریات کا پرچار کرنا اہل باطل نے ہمیشہ اسی روش کو اختیار کیا ہے اور اہل حق کے کندھے پر بندوق رکھ کر چلاتے ہیں خود ان کو پتہ ہے کہ ہمارے غلط عقائد و نظریات پروان نہیں چڑھیں گے لہذا آپ حضرات انکی سرپرستی نہ کریں ان کے ساتھ تعلقات کو نہ بڑھائیں یہ آپ کے جبے میں چھپ کر آپ کا سہارا لے کر اپنے بدبودار نظریات کو پھیلانا چاہتے ہیں آپ کی ایک شان ہے مقام ہے آپ دیوبند کے ماتھے کا جھومر ہیں آپ کی نسبت اعلی ہے دیوبندی مدارس کے دارالافتاء سے یہ فتاویٰ جات جاری ہوئے ہیں کہ منکرین حیات النبی ﷺ وہ اہل السنت والجماعت سے خارج ہے دیوبندیت سے خارج ہے یہ میں نہیں کہہ رہا بلکہ میں اپنے اکابرین علمائے دیوبند جن کا نام لیوا ہوں ان کا فتویٰ نقل کر رہا ہوں جامعہ دارالعلوم حقانیہ. جامعہ دارالعلوم کراچی. جامعہ فاروقیہ کراچی. جامعہ علوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی. جامعہ اشرفیہ لاہور. جامعہ خیر المدارس ملتان. بشمول دارالعلوم دیوبند. وغیرہ کا فتویٰ ہے یہ نہ ہو کے ہمارے زیر سایہ اہل باطل پروان چڑھیں اور کل قیامت کے دن ہم اس کے جواب دہ ہوں عقائد و نظریات کے حوالے سے تشدد کے بجائے تسدد تعصب کے بجائے تصلب کی پالیسی کو اختیار کرنا چاہیے آخر میں یہ بات قلمبند کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میری اس تحریر کا مقصد کسی پر تنقید کرنا ہرگز نہیں بلکہ اکابرین علماء دیوبند کے عقیدے کو سامنے رکھ کر قرطاس کی زینت بنایا ہے اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں مرتے دم تک اہل السنت والجماعت احناف دیوبند کے عقائد پر کاربند فرمائے۔ آمین

اظہار حق کا معیار

”ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میرے یہاں اظہارِ حق کا معیار یہ ہے کہ اس کا منشانہ کسی کی عداوت ہو، نہ کسی کی رعایت، محض تدین (دین داری) ہو، گو اس میں غلطی بھی ہو جاوے، کیونکہ غلطی سے کون خالی ہے؟! بشریت میں غلطی ہوتی ہے“

(ملفوظات حکیم الامت، جلد نمبر:8، صفحہ نمبر:51)

محقق العصر علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب حفظہ اللہ

مسئلہ لعن یزید

امت مسلمہ میں "فسق یزید" ایک اجماعی مسئلہ ہے۔ البتہ اس کی تکفیر و لعن میں امت کا اختلاف رہا ہے۔ مگر حیرت ہے کہ آج جہالت و تنگ نظری کی وجہ سے لعن و تکفیر کو شیعیت اور سبائیت کا لقب دیا جارہا ہے۔ حالانکہ کسی مسئلہ میں جب ائمہ کا اختلاف ہو جائے تو اس میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ ان مسائل میں کسی ایک جانب کو لیکر دوسری جانب کی مکمل تغلیط بلکہ اس پر گمراہی و ضلالت کے فتوے لگانا خود ضلالت ہے کہ اس صورت میں امت مسلمہ کے ایک معتدبہ حصہ کو گمراہی پر ماننا پڑے گا اسی کا نام شدت انتہا پسندی اور فرقہ واریت ہے۔ اب دیکھیں "سماع موتی" ایک اختلافی مسئلہ ہے قائلین وعدم قائلین دونوں گروہ موجود ہیں دونوں طرف جید علماء کھڑے ہیں دلائل کی روشنی میں آپ جس نظریہ کو اپنانا چاہیں آپ کو اس کا اختیار ہے۔ اختلاف و انتشار تب ہو گا جب آپ کسی ایک جانب کو لیکر جانب مخالف کو قطعی گمراہی پر قرار دیں۔

"کفر یزید و لعن یزید" بھی اسی قسم کے مسائل میں سے۔ حنابلہ، شوافع اور خود احناف میں سے بعض لعن یزید بلکہ تکفیر یزید کے قائل ہیں۔ اس صورت میں آپ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ مسلک راجح نہیں لیکن اس پر رافضیت کا الزام لگانا ظلم عظیم ہے۔ تکفیر یزید کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا نظریہ اس قدر معروف و مشہور ہے کہ اس پر کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تو قرآن کی آیات سے یزید پر لعنت کے جواز کے قائل تھے۔

بہر حال مسئلہ کی وضاحت کیلئے ہم یہاں لعن یزید کے بارے میں کچھ معروضات پیش کریں گے۔

(۱) ابن الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ نے یزید پر لعنت کے جواز پر ایک پوری کتاب "الرد على المتعصب العنيد المانع عن ذم يزيد" لکھی۔

(۲) فقیہ الکیاہراسی رحمہ اللہ جو امام غزالی کے شاگرد اور اپنے وقت کے مایہ ناز فقیہ تھے (تفصیل کیلئے تاریخ ابن خلکان ملاحظہ ہو) وہ لعن یزید کے بارے میں چاروں آئمہ مجتہدین کے اقوال کا خلاصہ یوں نقل کرتے ہیں:

”امام احمد بن حنبلؒ سے لعن یزید کے بارے میں دو قول منقول ہیں ایک لعنت کے جواز کو دوسرے لعنت کے عدم جواز کا، یہی کچھ امام مالکؒ و امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے۔ اور امام شافعیؒ سے اس باب میں صرف ایک ہی قول نقل ہے اور وہ ہے لعنت کے جواز کا۔“

مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

”اما قول السلف ففیہ لاحمد قولان تلویح و تصریح ،ولمالک قولان تلویح وتصریح ، لابی حنیفۃ قولان تلویح تصریح ولنا قول واحد التصریح دون التلویح “

(تاریخ ابن خلکان، ج۲، ص۲۸۷)

(۳)امام الکیاہراسی کا یہی قول علامہ حلبی نے اپنے معروف سیرت میں بھی نقل کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو سیرت حلبیہ مترجم جلد اول ص۵۲۹)

(۴)علامہ حلبی نے اپنے استادوں کا نظریہ بھی یہی لکھا ہے کہ وہ یزید پر لعنت کو جائز سمجھتے تھے۔ (ملاحظہ ہو تفصیل سیرت حلبیہ مترجم، جلد اول، ص۵۲۹)

(۵)علامہ آلوسی حنفی رحمہ اللہ کی شخصیت سے کون واقف نہیں ان کی مایہ ناز تفسیر ”روح المعانی“ کسی اہل علم کی نظر سے پوشیدہ نہیں آج کوئی لائبریری ایسی نہیں جس کی زینت یہ کتاب نہ ہو وہ لکھتے ہیں کہ:

”شیخ الاسلام سراج البلقینی اس طرف گئے ہیں کہ شخص معین پر لعنت جائز ہے اور اس کیلئے صحیحین کی اس حدیث کا استدلال بنایا ہے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے ہیں جسے اس کا شوہر وظیفہ زوجیت کے لئے بلائے اور وہ انکار کر دے۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ اگر اس استدلال کو درست مان لیا جائے یعنی شخص معین پر لعنت کے جواز کو درست مان لیا جائے تو ہم یزید پر لعنت کرنے میں بالکل بھی توقف نہیں کریں گے بوجہ اس کے اوصاف خبیثہ اور گناہ کبیرہ کی کثرت کی وجہ سے“

(روح المعانی، ج۲۳، ص۷۲)

(۶)علامہ تفتازانی کی شرح عقائد داخل نصاب ہے اس میں دوٹوک الفاظ میں موصوف لکھتے ہیں کہ

"حق بات یہ ہے کہ یزید حضرت امام حسین کے قتل پر خوش ہوا تھا اللہ کی لعنت ہو یزید اور اس کے اعوان وانصار پر"

(شرح عقائد، ص۱۹۶)

(۷)شرح عقائد کی اسی عبارت کو نبراس کے حوالے سے حضرت مولانا عبد الستار تونسوی صاحب رحمہ اللہ نے شیعہ مناظر کے سامنے اہلسنت کے نظریہ کے طور پر پیش کیا۔(ملاحظہ ہو مناظرہ باگڑ سرگانہ، ص۲۱۶)

(۸)امام ابن الشحنہ، الحنفی رحمہ اللہ احناف کا ایک قول جواز لعن یزید ہی کا نقل کرتے ہیں۔

(ملاحظہ ہو:لسان الحکام فی معرفۃ الاحکام، ص)

(۹)اسی قول کی تائید کرتے ہوئے اور اسے نقل کرتے ہوئے احناف میں سے فقیہ امام کردری المعروف بابن قاضی لکھتے ہیں کہ یزید پر لعنت جائز ہے مگر مناسب ہے کہ نہ کی جائے اور امام قوام الدین صفاری لعنت یزید کو جائز سمجھتے۔اور حق بات بھی یہی ہے کہ یزید پر لعنت اس کے کفر کی شہرت کی وجہ سے کرنا جائز ہے۔(فتاوی قاضی خان ،ج۲، ص۱۹۳، دار الفکر)

احناف کے ان حوالہ اور مولانا عبد الستار تونسوی صاحب کی تائید کے بعد خود یہ مسئلہ احناف و علمائے دیوبند میں مختلف فیہ ہو گیا ہے گویا جید علماء احناف میں سے بھی بعض لعن یزید کی طرف گئے ہیں۔

(۱۰) شیخ علی محمد الصبان نے بھی امام احمد بن حنبل اور ابن جوزی سے جواز لعن یزید کو ذکر کیا اور فرمایا امام قاضی ابو یعلی نے مستحقین لعنت کے بارے میں ایک کتاب لکھی اس میں یزید کو شامل کیا۔(اسعاف الراغبین، ص۷۵)

تلک عشرۃ کاملۃ

البتہ جمہور احناف اور ان کی اتباع میں جمہور علمائے دیوبند کا مسلک یہی ہے کہ یزید پر لعنت مناسب نہیں یہی ہمارا مسلک ہے۔لیکن لعن کرنے والوں پر طعن و تشنیع کرنا حقیقت میں ان اکابر پر طعن و تشنیع ہے۔یاد رہے کہ جو لوگ لعن جواز کے قائل نہیں وہ اس لئے نہیں کہ یزید اس کا مستحق نہ تھا بلکہ وہ یزید کو اس کا مستحق تو جانتے ہیں مگر اس کام کو کوئی سود مند و فائدہ مند نہیں سمجھتے اس لئے منع کرتے ہیں۔

(یہی توجیہ ملا علی قاری نے اور قاضی مظہر حسین صاحب نے خارجی فتنہ میں لکھی ہے۔گویا مانعین کے نزدیک بھی یزید لعنت کا مستحق تو ہے مگر اس میں کوئی فائدہ نہیں لہذا بے فائدہ کام کی وجہ سے منع کیا)۔

اس ساری تفصیل کے بعد یہ مسئلہ کھل کر آ گیا ہے کہ جید علمائے کرام جن میں مجتہدین تک شامل ہیں سے "لعن یزید" کا جواز ملتا ہے بلکہ تکفیر تک کا قول ملتا ہے۔ اب اس قول کو دلیل کی بنیاد پر اختیار کرنے والے یا ان ائمہ کی تقلید میں اختیار کرنے والوں پر طعن تشنیع شیوہ اہلسنت نہیں بلکہ خارجیت و گمراہی ہے۔ اس ساری تفصیل کے بعد ایک ناصبی شیخ الحدیث کے یزیدی لونڈے کی اس ہرزہ سرائی کو ملاحظہ فرمائیں:

"اس لیے یزید کو کافر کہنے والے بھی ہمارے نزدیک رافضیت زدہ ہیں کیونکہ اہل سنت کا مسلک یزید کے کافر ہونے کا نہیں ہے"

کیا یہ ان اکابر پر کھلم کھلا تبرا نہیں؟

کیا یہ اکابر معاذ اللہ رافضی تھے اور اہلسنت سے خارج تھے؟

اگر یہ سبائیت ہے تو انہیں کے نام پر آپ کے والد قوم سے چندہ مانگتے اور اس چندے پر تمہاری پرورش کی تم میں غیرت ہوتی تو اپنے باپ سے کہتے ہیں کہ اپنی مسند حدیث پر بیٹھ کر ان علماء پر رافضیت کا فتوی لگاؤ جو یزید کو کافر لعنتی کہہ رہے ہیں اور آج بھی میرا چیلنج ہے کہ کوئی ناصبی جو اپنی نسبت اہلسنت کی طرف کرتا ہے وہ اہلسنت کے مراکز میں بیٹھ کر ان علماء کے یہ اقوال بیان کر کے پھر ان پر ذرا رافضیت کے فتوے لگانے کی جرأت کرے دیدہ باید۔

نوٹ: جمہور احناف و جمہور علمائے دیوبند کی تقلید میں ہم بھی کہتے ہیں کہ یزید پر لعنت کوئی مہتم بالشان دینی امر نہیں اس لئے نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ اور جمہور کی رائے یہی ہے کہ یزید پر لعنت جائز نہیں۔ لیکن جو لوگ دلائل کی روشنی میں ایسا کرتے ہیں ان پر فتوی بازی کھلم کھلا گمراہی ہے۔

ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

مفتی رب نواز حفظہ اللہ، مدیر اعلیٰ مجلہ الفتحیہ احمد پور شرقیہ

متنازع رفع یدین کے دوام کا دعویٰ بلا دلیل

(غیر مقلدین کی بے بسیاں اور ان کے اپنے ہی حوالے)

رکوع کے رفع یدین کے حوالہ سے غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موت تک یہ رفع یدین کرتے رہے۔ اس لیے انہیں چاہیے کہ وہ ایسی حدیث پیش کریں جس میں صحابی نے یوں بیان کیا ہو کہ رکوع والا رفع یدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موت تک کرتے رہے۔ مگر ہماری معلومات کے مطابق ذخیرہ احادیث میں صحیح یا حسن درجہ کی کوئی ایسی حدیث موجود نہیں۔ ہم نے رفع یدین کے عنوان پر غیر مقلدین کی قدیم و جدید بیسیوں تحریریں پڑھی ہیں، ہمیں اُن کی تحریروں میں ایک "من گھڑت" روایت کے علاوہ ایسی کوئی حدیث نہیں ملی جس میں صحابی کا بیان ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع والا رفع یدین موت تک کرتے رہے۔ غیر مقلدین نے رفع یدین کو موت تک ثابت کرنے کے لیے جن مزعومہ دلیلوں کا سہارا لیا اور جن شبہات کو پیش کیا اُن کا جواب ہم عرض کر دیتے ہیں۔ قارئین انہیں پڑھ کر یقیناً جان لیں گے کہ غیر مقلدین کے پاس ایسی کوئی بھی حدیث نہیں جس کا یہ متن ہو کہ رکوع والا رفع یدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موت تک کیا ہے۔

فما زالتْ تِلک صلوتہ حتی لقِی اللہ سے استدلال

حکیم محمد صادق سیالکوٹی غیر مقلد لکھتے ہیں:

> "رسول اللہؐ جب نماز شروع کرتے تو رفع الیدین کرتے اور جب رکوع اور جب اُٹھاتے سر اپنا رکوع سے اور سجدوں میں رفع الیدین نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ سے ملتے دم تک آپؐ کی نماز اسی طرح رہی یعنی وفات تک حضورؐ رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے رہے۔"
>
> (صلوٰۃ الرسول صفحہ ۲۴۳)

الجواب:

یہ روایت من گھڑت ہے اس کے من گھڑت ہونے کا خود کئی غیر مقلدین نے بھی اعتراف کیا حوالہ

جات آگے آرہے ہیں ان شاء اللہ۔

اس روایت کے پہلے راوی امام بیہقی رحمہ اللہ شافعی المسلک ہیں۔ چنانچہ علامہ عبد الرشید عراقی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"فقہی مذہب: امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی کا شمار شافعی مذہب کے اکابر ائمہ میں ہوتا ہے ان کو اس مذہب سے غیر معمولی شغف تھا اور اس مذہب کی نشر و اشاعت اور اس کی تہذیب و تنقیح میں انہوں نے اہم اور نمایاں کارنامے انجام دیئے، شافعی مذہب کو اامام بیہقی کی ذات سے بڑا فائدہ پہنچا۔"

(کاروانِ حدیث صفحہ ۱۸۹)

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"امام بیہقی م ۴۵۸ھ جنہیں حامل لواء الشافعی کہتے ہیں۔"

(توضیح الکلام صفحہ ۹۱، طبع جدید)

مولانا عبید اللہ خان عفیف غیر مقلد لکھتے ہیں:

"امام بیہقی جو مسلک شافعی کے غواص اور ترجمان ہیں۔"

(الاعتصام، ۱۰ر شوال ۱۴۴۰ھ صفحہ ۲۶)

جناب خلیل الرحمن چشتی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"امام بیہقیؒ امام حاکمؒ کے شاگرد ہیں۔ شافعی تھے۔ نیشاپور میں انتقال کیا۔"

(حدیث کی ضرورت واہمیت صفحہ ۲۴۹)

غیر مقلدین کی عورت میمونہ اسلام (لیکچرز ڈگری کامرس کالج فاروومن سرگودھا) نے امام بیہقی رحمہ اللہ کا عقیدہ و فقہی مسلک" عنوان قائم کر کے لکھا:

"امام بیہقی رحمہ اللہ اشعری عقیدہ رکھتے تھے۔ ان کا مسلک شاید اپنے شیخ حاکم رحمہ اللہ کے زیر اثر تھا۔ کیوں کہ وہ اپنے زمانہ کے بلند پایہ شافعی امام تھے۔ انہوں نے امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک طویل عرصہ غور و خوض کے بعد اختیار کیا۔"

(السنن الکبری کی تدوین میں امام بیہقی رحمہ اللہ کا منہج صفحہ ۶، مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ)

میمونہ اسلام نے امام ابو المعالی الجوینی رحمہ اللہ سے نقل کیا:

"کوئی بھی شافعی فقیہ نہیں ہے جس پر امام شافعی رحمہ اللہ کے احسانات ہیں سوائے ابو بکر بیہقی کے ان کے امام شافعی رحمہ اللہ پر احسانات ہیں کہ انہوں نے اپنی تصانیف کے ذریعے ان کے مذہب کی مدد کی۔"

(السنن الکبری کی تدوین میں امام بیہقی رحمہ اللہ کا منہج صفحہ ۲۰، مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ)

اس مقالہ کی نظر ثانی ملک کامران طاہر نے کی جیساکہ میمونہ اسلام نے "اظہار تشکر" میں لکھا:

"جناب محترم ملک کامران طاہر مدیر معاون ماہ نامہ "محدث" کی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے نہ صرف مقالہ سے متعلقہ بنیادی کتب و مصادر کی نشاندہی و فراہمی کا بندوست کیا بلکہ اپنا قیمتی وقت نکال کر مقالہ کی نظر ثانی کی۔"

(السنن الکبری کی تدوین میں امام بیہقی رحمہ اللہ کا منہج صفحہ ۸، مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ)

بندہ نے اپنے مضمون "علامہ ڈاکٹر خالد محمود پر اثری اعتراضات کا جائزہ" میں امام بیہقی رحمہ اللہ کے مقلد ہونے پر غیر مقلدین کی کتابوں سے بہت سے حوالے نقل کر دیئے ہیں۔ یہ مضمون شیخ ارشاد الحق اثری غیر مقلد کے جواب میں ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ شافعی المسلک ہیں جب کہ غیر مقلدین کے ہاں تقلید شرک ہے۔

(تحفہ حنفیہ صفحہ ۱۶۷، رسائل بہاول پوری صفحہ ۸۲)

مولانا ثناء اللہ امر تسری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اہلِ حدیث کی کتابیں، رسالے اور فتوے دیکھیں جن میں تقلید کو نہ صرف بدعت بلکہ کفر قرار دیا ہے۔

(اہلِ حدیث امر تسر، ۲۲؍ محرم ۱۳۳۳ھ)

اس کا عکس مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کی کتاب "تاریخ ختم نبوت صفحہ ۴۶۰" پہ دیکھ سکتے ہیں۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی عبد الرحمن بن قریش ہے یہ جھوٹا راوی ہے۔

(میزان الاعتدال::۲/۱۱۴، لسان المیزان:۳/۴۲۵)

شیخ عبد الروف سندھو غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اس حدیث میں فَمَا زَالَتْ تِلْکَ صَلٰوتُہٗ ... کا اضافہ سخت ضعیف ہے بلکہ باطل ہے کیوں کہ اس کی سند میں دو راوی متہم ہیں۔“

(القول المقبول صفحہ ۴۱۴ طبع چہارم)

شیخ عقیل احمد غیر مقلد لکھتے ہیں:

”حدیث کا یہ آخری حصہ ”فما زالت تلک صلوتہ حتی لقی اللہ“ بیہقی کی کتابوں میں مجھے نہیں ملا۔ یہ اضافہ سخت ضعیف ہے، بلکہ باطل ہے کیوں کہ اس کی سند میں دو راوی متہم ہیں۔“

(تخریج حدیثِ نماز مؤلفہ مولانا عبد المتین میمن صفحہ ۲۲۶)

مولانا غلام محمد گھوٹوی کا مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد سے رفع یدین کے موضوع پر مناظرہ ہوا۔ اس مناظرہ کی روئیداد غیر مقلدین نے شائع کی اس میں منصف کا فیصلہ اس روایت کے متعلق یوں درج ہے:

”جب مولوی ثناء اللہ صاحب نے بیہقی کی حدیث پیش کی جس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم آخر دم تک رفع الیدین کرتے رہے ہیں مولوی غلام محمد صاحب اس حدیث کے راویان عصمہ بن محمد انصاری کو رجال کے حوالہ سے متروک اور عبد الرحمن (بن قریش) بن خزیمہ کو ذہبی کے حوالہ سے وضع الحدیث کے ساتھ متہم بتاتے ہیں میں اس کو تسلیم کرتا ہوں۔“

(مولانا سلطان محمود محدث جلال پوری صفحہ ۹۲)

اس عبارت میں اعتراف ہے کہ منصف (فیصلہ کرنے والنے) نے اس روایت کے من گھڑت ہونے کا فیصلہ سنادیا۔

حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد اِس روایت پر حکم لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اس روایت میں دو راوی: عصمہ بن محمد اور عبد الرحمن بن قریش سخت مجروح ہیں۔“

(تسہیل الوصول الی تخریج وتعلیق صلوٰۃ الرسول صفحہ ۱۹۵)

علی زئی صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"انوار خورشید صاحب نے فَمَا زَالَتْ الخ والی موضوع روایت پیش کر کے اہلِ حدیث کا مذاق اُڑایا ہے کہ ان کے دعویٰ رفع الیدین کی بنیاد غالباً یہی روایت ہے جس میں عصمہ بن محمد الانصاری اور عبد الرحمن بن قریشی دونوں وضاع وکذاب راوی ہیں۔" (نور العینین صفحہ ۳۲۷)

مولانا انوار خورشید صاحب نے اس روایت کی حقیقت بتائی ہے، مذاق نہیں اُڑایا۔ علی زئی صاحب کو یہ حقیقت بتانا مذاق محسوس ہوا مگر جن غیر مقلدین نے اس من گھڑت روایت سے استدلال کرتے ہوئے اسے اپنی کتابوں میں درج کیا، انہیں مذاق اڑانے کا طعن نہیں دیا۔ اس روایت کو بہت سے غیر مقلدین نے اپنی کتابوں کی زینت بنایا ہے۔ مثلا

مولانا محمد اسماعیل سلفی۔ (رسول اکرم کا طریقہ نماز صفحہ ۵۱)

علی زئی صاحب کے استاد شیخ بدیع الدین راشدی۔ (مقالاتِ راشدیہ: ۲۷۱/۵)

علی زئی صاحب کے استاد مولانا محمد گوندلوی۔ (التحقیق الراسخ صفحہ ۵۵)

غیر مقلدین کے فتاوی میں لکھا ہے:

"امام بیہقی نے سنن کبری میں حضرت ابن عمرؓ سے حدیث روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے وقت تک آپ کی نماز رفع یدین سے ہوتی رہی۔"

(فتاویٰ علمائے حدیث: ۱۶۴/۳)

اس عبارت میں "سنن کبریٰ" کا حوالہ غلط ہے جیسا کہ آپ آئندہ یہ بات خود غیر مقلدین کی زبانی جان لیں گے ان شاء اللہ۔

مولانا خالد گرجاکھی غیر مقلد نے اسی موضوع روایت کو مستقل حدیث نمبر کے تحت اپنی کتاب کی زینت بنایا۔ دیکھئے حدیث: ۱۳۴، ۱۳۸، ۱۳۶، ۱۳۵، ۱۳۹، ۱۴۰۔ (اثبات رفع الیدین مترجم صفحہ ۸۳)

مولانا محمود احمد میر پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ملاقات

تک رفع الیدین کرتے رہے۔"

(فتاویٰ صراط مستقیم صفحہ ۲۰۷، مکتبہ قدوسیہ لاہور، اشاعت ۲۰۱۰ء)

میر پوری صاحب نے مذکورہ بات کا حوالہ نہیں دیا۔ اندازہ یہی ہے کہ اُس من گھڑت روایت کی بنیاد پر یہ لکھ دیا، جس کے من گھڑت ہونے پر اوپر خود غیر مقلدین کی گواہیاں درج ہو چکی ہیں۔

جو من گھڑت روایت سے استدلال کرے اس کی کیا حیثیت ہے؟ یہ آپ مولانا داود ارشد غیر مقلد کی زبانی ملاحظہ فرمائیں، وہ لکھتے ہیں:

"علم حدیث کا دھواں تک لگا ہوتا تو من گھڑت اور موضوع سے استدلال نہ کرتے اگر ضرور ہی کرنا تھا تو اس پر حکم لگا دیتے کہ موضوع ہے۔ علم کو چھپانا اہلِ علم اور اہلِ سنت کا شعار نہیں بلکہ مبتدعین کا ہے۔"

(تحفہ حنفیہ صفحہ ۳۵۱)

داود صاحب کے نزدیک موضوع روایت پر من گھڑت ہونے کا حکم لگائے بغیر پیش کرنے والے کو علم حدیث کا دھواں تک نہیں لگا۔ مزید یہ کہ من گھڑت روایت سے استدلال کرنا اہلِ بدعت کا کام ہے۔

داود صاحب کی اس عبارت کے پیش نظر ہم کہتے ہیں کہ غیر مقلدین نے نہ صرف یہ کہ اس من گھڑت روایت **فماز الت** الخ کو کتابوں کی زینت بنایا، بلکہ اسے مدار بنا کر دعوی کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موت تک رفع یدین کرتے رہے جیسا کہ حکیم محمد صادق سیالکوٹی نے صلوۃ الرسول میں "رسول اللہ وفات تک رفع الیدین کرتے رہے" عنوان قائم کر کے یہی من گھڑت روایت درج کی۔ (صلوٰۃ الرسول صفحہ ۲۰۱)

مولانا عنایت اللہ اثری غیر مقلد نے تو اس کی صحت کا دعویٰ کر دیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"۷ / مارچ ۵۶ء کو رسالہ اکمال الزینۃ لناظر الزینۃ شائع کیا جس میں عبد اللہ بن عمرؓ کی اس مرفوع روایت پر بحث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر دم تک رفع الیدین سے نماز پڑھی ہے۔ فما زالت تلک صلوتہ حتی لقی اللہ اس روایت کا اتا پتا بتایا ہے اور اس کی سند اور اس کی تصحیح بیان کی ہے۔ اور دیگر روایات بھی اس کی تائید میں بیان کی ہیں۔ یہ

رسالہ انجمن اہلِ حدیث راولپنڈی شہر کی تحریک پر شائع ہوا اور انجمن اہلِ حدیث گجرات نے بھی اس کی اشاعت میں حصہ لیا ہے۔یعنی کہ دونوں کے خرچ سے شائع ہوا ہے۔"

(الجسر البلیغ صفحہ ۵۱،مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

حالاں کہ یہ محض دعویٰ ہے وہ اسے صحیح ثابت نہیں کر سکے۔

پھر اسی پر بس نہیں غیر مقلدین نے علمائے دیوبند پر الزام بھی جڑ دیا کہ انہوں نے بیہقی سے یہ روایت نکال دی ہے۔

چنانچہ غیر مقلد لکھاری محمد صدیق نے "مقلدین کی افسوس ناک بد دیانتی" عنوان قائم کر کے لکھا جس کا حاصل یہ ہے کہ احناف نے سنن کبری بیہقی کو دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن سے شائع کیا تو اس میں سے فما زالت تلک صلوتہ حتی لقی اللہ والی حدیث نکال لی۔(پیش لفظ اسوۃ الکونین صفحہ ۲)

یہی الزام حکیم محمود سلفی غیر مقلد نے لگایا:

"یہ حدیث بیہقی میں موجود نہیں۔آخر یہ نیک کام کس نے کیا ہے۔اور یہی وہ گناہ ہے جو یہود کیا کرتے تھے۔"

(شمس الضحیٰ صفحہ ۱۱۶)

حالاں کہ یہ من گھڑت روایت سنن کبری میں تھی ہی نہیں،تو نکالا کیسے گیا؟

مولانا عنایت اللہ اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اس روایت میں فما زالت تلک صلوتہ حتی لقی اللہ کے الفاظ خاص طور پر قابلِ غور ہیں جن کی طرف مجھے توجہ دلائی گئی ہے کہ یہ اصل محولہ کتاب میں دستیاب نہیں ایک طرف تو ان الفاظ کا اصل محولہ کتاب سے مطالبہ کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف اس کے خلاف یوں جواب دیا جاتا ہے کہ طباعت کے وقت انہیں اپنے خلاف پا کر احناف نے خارج کر دیا ہے اس لیے معروض [یا عارض؟(ناقل)] ہوں کہ تمام ذی علموں کے حوالے کا مدار حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ پر اور حافظ صاحب کے حوالے کا مدار بظاہر امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ پر ہے اور امام زیلعی رحمۃ اللہ کے حوالہ کا مدار شیخ تقی الدین ابن دقیق العید پر ہے۔انہوں نے سب سے پہلے

سنن بیہقی کا حوالہ دیا ہے اور پچھلوں نے سنن چھوڑ کر صرف بیہقی کہا ہے جو بہت بڑی احتیاط ہے کیوں کہ شائع شدہ سنن کبری بیہقی میں سچ مچ یہ الفاظ موجود نہیں اور جہاں تک میرا علم ہے اصل میں بھی موجود نہیں کیوں کہ وہ دیگر کئی نسخوں سے مقابلہ ہو کر شائع ہوئی ہے جیسے کہ دائرۃ المعارف نے بیان کر دیا ہے کہ اس کے ساتھ وہ روایت بھی شائع شدہ سنن کبری بیہقی میں نہیں جس کے جواب سے امام بیہقی نے اسے بیان فرمایا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ امام بیہقی کا یہ مقولہ هذا یدل علی خطاء الروایۃ التی جاء ت عن مجاهد جسے حافظ ابن حجر نے درایہ میں بحوالہ بیہقی نقل فرمایا۔ سنن کبری بیہقی میں نہیں بلکہ مجاہد کی روایت بھی سنن کبریٰ بیہقی میں نہیں جس کی امام بیہقی تردید فرما رہے ہیں۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد کی مذکورہ بے اصل روایت کو کتاب المعرفۃ میں بیان فرمایا ہے اور جواب بھی دیا ہے جیسے کہ نصب الرایہ ص:۴۰۸ جلد ا میں ہے: واجاب البیہقی فی کتاب المعرفۃ فقال و حدیث ابی بکر بن عیاش اخبرناه ابو عبد اللہ الحافظ فذکره بسنده امام بیہقی نے مجاہد کی روایت کا معرفۃ السنن میں یوں جواب دیا ہے اور یہ حدیث "فما زالت تلک صلوتہ حتی لقی اللہ" بھی مجاہد کی روایت کے جواب میں بیان ہوئی ہے اس لیے معرفۃ السنن میں دستیاب ہو گی۔ سنن کبری میں اس کی تلاش بے سود ہے کہ مجاہد کی روایت اس میں نہیں۔"

(اکمال الزینۃ لناظر الزینۃ مشمولہ مجموعہ رسائل اثریہ: ۱/۸۹، مکتبۃ الاثریۃ گجرات)

اثری صاحب آگے لکھتے ہیں:

"منیۃ الالمعی جو نصب الرایہ (ص:۴۰۹ جلد ا) کے ساتھ احناف کرام کے اہتمام سے ڈابھیل سورت میں طبع ہوئی ہے اس میں مرقوم ہے هذه الروایۃ لا توجد فی النسخۃ المطبوعۃ من السنن الکبری لعلها فی المعرفۃ او غیرها یہ حدیث فما زالت تلک صلوتہ حتی لقی اللہ سنن کبری بیہقی مطبوعہ نسخہ میں نہیں شاید وہ معرفۃ السنن یا کسی دیگر کتاب (خلافیات) میں ہو گی۔ منیۃ الالمعی ص:۴۰۹ جلد ا میں یوں بھی مرقوم ہے کہ شیخ صاحب نے کتاب الامام میں جو اس پر سنن بیہقی کا حوالہ دیا ہے ذہول ہے اور اس طرح کا ذہول موصوف کو کئی جگہ پر ہوا ہے جس کی ابن السبکی نے اپنی کتاب طبقات ص:۲۰ جلد ۲ میں ایک خاص

باب باندھ کر اصلاح کر دی ہے۔اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ احناف کرام نے اس حدیث کا انکار نہیں کیا اور نہ انہوں نے اسے خارج کیا...ہاں یہ ضرور ہے کہ احناف نے اس کی سند پر جرح کی ہے چنانچہ نیموی نے اپنی کتاب کتاب آثار السنن پر جو بنام تعلیق حسن ص:۱۰۱ خو حاشیہ چڑھایا ہے اس میں علامہ ہاشم سندھی حنفی کے رسالہ "کشف الرین" سے یوں نقل کیا ہے کہ...."

(مجموعہ رسائل اثریہ:۱/۹۲م۹۳)، مکتبۃ الاثریۃ گجرات)(مشمولہ مجموعہ رسائل صفحہ ۹۲،۹۳)

مولانا بدیع الدین راشدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"لم نجد هذه الروایة فی نسختی السنن الخطیة والمطبوعة ولا فی المعرفة بل رواه فی الخلافیات فقد رأیته فی مختصر الخلافیات ج۱ص۷۶"

(جلاء العینین صفحہ ۱۳۷،بحوالہ نور الصباح:۲/۷۳)

ترجمہ:ہم نے یہ روایت سنن بیہقی قلمی و مطبوعہ دونوں نسخوں میں نہیں پائی اور نہ بیہقی کی کتاب المعرفۃ میں بلکہ بیہقی نے اس روایت کو خلافیات میں روایت کیا ہے پس بے شک اس روایت کو میں نے مختصر خلافیات ج۱ص۷۶ میں دیکھا ہے۔

مولانا نور حسین گرجاکھی غیر مقلد نے تو اس روایت سے من گھڑت سند اتار کر بخاری و مسلم کی سند لگا دی ہے۔چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"سبحان اللہ یہ کیسی پیاری اور عمدہ حدیث (جس کو چھیالیس ۴۶)ائمہ نے نقل کیا ہے اور اس کا اسناد کتنا عمدہ ہے۔(۱)امام مالکؒ تو وہ تمام عالموں اور محدثوں کے پیشوا ہیں اور وہ اس کو (۲)ابن شہاب زہریؒ سے روایت کرتے ہیں جو اہلِ مدینہ کے بڑے مشہور عالم اور امام تھے اور امام زہریؒ (۳) سالم بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں جو بڑے تابعی اور فقیہ ہیں اور سالم (۴) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں جو مشہور صحابی، قدم الاسلام، متبع سنت اور عالم اور بڑے درجے والے تھے جو(كان يرفع يديه) سے حدیث نقل کر رہے ہیں اور آخر میں (فما زالت تلك صلوته حتى لقى الله تعالى)لاکر ثابت کرتے ہیں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ

علیہ و آلہ وسلم اپنی آخری نماز تک رکوع جانے اور اور رکوع سے سر اُٹھانے کے وقت رفع یدین کرتے رہے۔“

(قرۃ العینین صفحہ ۱۱،۱۰)

مولانا ارشاد الحق اثری کی اک نئی کاوش کا جائزہ

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”متواتر حدیث کے ہر راوی کی صحتِ اسناد کا تقاضا نہایت درجہ یقینی علم کا ثبوت ہے۔ رفع الیدین کی احادیث کو ابن الجوزی... وغیرہ نے متواتر قرار دیا ہے جس کی تفصیل کا یہ محل نہیں، لہٰذا اَب اس کی ایک ایک سند کے تتبع اور تحقیق کا مطالبہ اصول سے بے خبری ہے... اس لئے عشرہ مبشرہ میں سے ایک ایک صحابی کی روایت کے بارے میں ”سند صحیح“ کا مطالبہ ہی بے اصولی پر مبنی ہے۔“

(مقالاتِ اثری:۲/۴۷)

الجواب:

عرض ہے کہ پہلے تو یہ ثابت کرتے کہ فلاں فلاں محدثین نے عشرہ مبشرہ سے رفع یدین کی روایات کو متواتر کہا ہے، اگلی بات ”متواتر حدیث کے ہر راوی کی صحتِ اسناد کا تقاضا نہایت درجہ یقینی علم کا ثبوت ہے۔“ بعد میں کرتے۔

ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص فما زالت الخ کو بھی اسی اصول سے قابل قبول باور کرانے لگے تو اس کا جواب بھی یہی ہے کہ رفع یدین کے ثبوت کو متواتر کہا گیا ہو گا مگر اس کے موت تک باقی رہنے کی روایت کو کسی نے بھی متواتر نہیں کہا۔ مزید یہ کہ فما زالت الخ روایت من گھڑت ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں خود غیر مقلدین کی گواہیاں اس کے من گھڑت ہونے پر منقول ہو چکی ہیں۔

کان سے استدلال اور اس کا جواب

غیر مقلدین کی کتاب میں لکھا ہے:

”عربی کا قاعدہ ہے کہ کان کی خبر فعل مضارع ہو تو اس سے استمرار ثابت ہوتا ہے

مذکورہ بالا روایت اور دیگر روایات میں ہے کان یکبر و یرفع یدیہ اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مذکورہ بالا مقامات پر نماز میں رفع یدین کرتے تھے اور اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ رفع یدین کرنا ثابت ہوا۔"

(تحقیق دارمی مترجم صفحہ ۵۱۹، ترجمہ و تحقیق محمد الیاس)

یہی بات دیگر کئی غیر مقلدین نے لکھی ہوئی ہے۔

الجواب:

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ترجمہ: محققین اہلِ اصول کے نزدیک کَانَ دوام کا فائدہ نہیں دیتا، اصل وضع کے اعتبار سے یہ صرف ایک دفعہ کے فعل پر دلالت کرتا ہے۔

(شرح مسلم: ۱/۲۲۴)

امام شاطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"بل قد یاتی فی بعض الاحادیث کان یفعل فیما لم یفعلہ الا مرۃ واحدۃ نص علیہ اهل الحدیث ، بعض حدیثوں میں کان یفعل ایک مرتبہ کام ہو جانے کے لیے آتا ہے محدثین نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔"

(الاعتصام: ۱/۲۹۰)

غیر مقلدین کے ہاں بیہقی وقت کا لقب پانے والے بزرگ مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"باقی رہا استدلال دوام پر کان یفعل کذا سے تو یہ صحیح نہیں یہ حکم اکثر ہے کلی نہیں بلکہ بعض مقام پر اکثری بھی نہیں۔ آپ مشکوۃ باب القراءۃ فی الصلوۃ یا نیل الاوطار وغیرہ بلکہ احادیث منقولہ دریں تحریر ہی کو ملاحظہ کر کے تمام حدیثوں کے کان یفعل کذا کو آپس میں تطبیق دیجئے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ دوام نہیں ورنہ تناقض معلوم ہو گا۔" (فتاوی ثنائیہ: ۱/۴۹۹)

امام نووی رحمہ اللہ اور امام شاطبی رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق کان مضارع پر داخل ہونے کی صورت میں ایک بار کام کے واقع ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ اور مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد نے تو صاف کہہ دیا کہ

کان سے تو اکثری عمل کا ثبوت بھی نہیں ہو تا چہ جائیکہ اسے دوام کی دلیل بنایا جائے۔ مزید یہ کہ انہوں نے یہ بھی اقرار کیا کہ اگر کان سے دوام کشید کیا جائے تو حدیثیں آپس میں ٹکرا جائیں گی۔ جس طرح کہ خود رفع یدین کے مسئلہ میں غیر مقلدین ٹکراؤ پیدا کر دیتے ہیں کہ وہ ترک کی حدیثوں کو اثبات کی حدیثوں کے خلاف بتاتے ہیں۔ اگر کان سے دوام کشید نہ کریں تو دونوں قسم کی حدیثوں میں باہمی تعارض و ٹکراؤ نہیں بلکہ اس طرح توضیح کی جائے گی کہ رفع یدین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا عمل ہے۔ بعد میں آپ نے اسے چھوڑ دیا تھا۔

حاصل یہ کہ کانَ دوام کے لیے ہو یہ قاعدہ کلی نہیں۔ جو غیر مقلدین اسے قاعدہ کلیہ کے طور پر منوانے کے درپے ہیں وہ درج ذیل حدیثوں میں دوام کا معنی کرنے کے لیے تیار ہیں؟ جب کہ ان میں بھی کانَ مضارع پر داخل ہے۔

(۱) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

> "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانِ یتکئی فی حجری وانا حائض ثم یقرأ القرآن، بلاشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری گودی میں سر رکھتے جب کہ میں حالتِ حیض میں ہوتی پھر قرآن پڑھتے۔ (بخاری: ۱/۴۴)

اس حدیث میں کان (یتکئی) مضارع پر داخل ہے کوئی بھی اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل نہیں کہتا۔

(۲) بخاری میں حدیث ہے:

> "اِن رسُوْل اللہِ صلی اللہُ علیہِ وسلّم کان یُصلّیْ وھُو حامِلٌ اُمامۃ بِنْتِ زیْنب، بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے اس حال میں امامہ بنت زینب کو اُٹھائے ہوتے۔" (بخاری: ۱/۷۴)

اس حدیث میں کان مضارع پر داخل ہے جب کہ خود غیر مقلدین بھی بچی اُٹھا کر نماز پڑھنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ موت تک کیا جانے والا عمل تسلیم نہیں کرتے۔

(۳) مسلم میں ہے:

> "اِنَّ رسُوْل اللہِ صلی اللہُ علیہِ وسلّم کان یُباشِرُ وھُو صائِمٌ، یعنی بے شک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں مباشرت کر لیا کرتے تھے۔"(صحیح مسلم ،حدیث:۱۱۰۶)

اس حدیث میں بھی کان مضارع پر داخل ہے پھر بھی روزہ میں مباشرت کے عمل کو دائمی نہیں کہا جاتا۔

اسی طرح صحیح حدیث میں ہے کان یطُوْفُ علی نِسائِہٖ بِغُسْلٍ وَّاحِدٍ،یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے پاس تشریف لے جاتے پھر بعد میں ایک ہی غسل کرتے۔

اس حدیث میں کان مضارع یطُوْفُ پر داخل ہے مگر کوئی بھی یہ موقف نہیں رکھتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دائمی اور موت تک بر قرار رہنے والا معمول تھا۔ بلکہ یہ کبھی کبھی پیش آنے والا واقعہ ہے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو سب بیویوں کے پاس رات گزارنے کے لئے باری باری تشریف لے جاتے تھے۔

حاصل یہ کہ کان سے دوام و ہمیشگی پر دلیل لینا انتہائی کمزور بات ہے۔

تنبیہ: کان مضارع پر داخل ہونے مگر دوام نہ ہونے پر مولانا ابو بلال جھنگوی نے تحفہ اہلِ حدیث میں متعدد حدیثیں ذکر کر دی ہیں شائقین حضرات وہاں دیکھ سکتے ہیں۔

لفظ "اذا" سے استدلال

بعض غیر مقلدین کہا کرتے ہیں کہ حدیث میں اذا رکع یرفع یدیہ ہے اور اذا دوام کا فائدہ دیتا ہے تو معنی یوں ہو گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی رکوع کرتے تو رفع یدین کرتے۔ اور چوں کہ نماز میں رکوع کرنا آخر عمر تک رہا لہٰذا رفع یدین بھی آخر عمر تک ثابت ہوا۔

الجواب:

لفظ "اذا" سے بھی دوام ثابت نہیں ہوتا کیوں کہ جو کام ایک بار کیا گیا ہو اسے بھی "اذا" سے بیان کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

"وَاِذَا رَاَوْا تِجارَۃً اَوْ لَھْوَ نِ انْفَضُّوْا اِلَیْھَا و تَرَکُوْکَ قَائِمًا۔(سورۃ الجمعۃ، آیت:۱۰)

اس آیت میں "اذا" ہے اور جو واقعہ بیان کیا گیا وہ صحابہ کا دائمی معمول نہیں بلکہ ایک دفعہ ایسا واقعہ پیش آیا۔ حافظ صلاح الدین یوسف غیر مقلد اِس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

”ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ ایک قافلہ آگیا، لوگوں کو پتہ چلا تو خطبہ چھوڑ کر باہر خرید و فروخت کے لیے چلے گئے کہ کہیں سامان فروخت نہ ہو جائے صرف ۱۲ آدمی مسجد میں رہ گئے جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔“

(تفسیر احسن البیان صفحہ ۱۵۷۹)

کان اور اذا کے مجموعہ سے استدلال

غیر مقلدین کے سامنے جب مذکورہ مثال پیش کر کے ان کے خود ساختہ اصول کو توڑا جاتا ہے تو جواباً کہتے ہیں کہ آپ نے جو مثال دی ہے اس میں صرف اِذَا ہے اور ہماری پیش کردہ رفع یدین کی حدیث میں کَانَ بھی ہے اور اِذَا بھی۔ جب ان دونوں کا مجموعہ ہو تو یقیناً دوام کا فائدہ دیتا ہے۔

الجواب:

کَانَ اور اِذَا کا مجموعہ دوام کا فائدہ دے، یہ لازمی اور ضروری نہیں۔ بخاری میں حدیث ہے: اِنَّ رسُول اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کان اِذا سلّم سلّم ثلاثا واِذا تکلّم بکلِمۃ اِعادھا ثلاثا۔ (صحیح بخاری، کتاب الاستیذان، باب التسلیم والاستیذان ثلاثا: ۱/۹۲۳)

ترجمہ: بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام کرتے تو تین مرتبہ سلام کرتے اور جب بات کرتے تو اس کو تین مرتبہ دہراتے۔

اس حدیث میں کَانَ بھی ہے اور اِذَا بھی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دائمی معمول نہ تھا کہ جب کبھی سلام کیا تو تین مرتبہ کیا ہو اور اس طرح جب بھی بات کی ہو تو تین مرتبہ کی ہو بلکہ خاص مواقع پر آپ نے ایسا کیا۔ علامہ وحید الزمان غیر مقلد، بخاری کی مذکورہ حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

”تین بار سلام اس حالت میں ہے جب کوئی کسی کے دروازہ پر جائے اور اندر آنے کی اجازت چاہے۔ امام بخاریؒ نے اس حدیث کو باب الاستیذان میں بیان کیا ہے اس سے بھی یہی نکلتا ہے ورنہ ہمیشہ آپ کی عادت یہ ثابت نہیں ہوتی کہ ہر مسلمان کو تین بار سلام کرتے۔“

(تیسیر الباری شرح بخاری، کتاب العلم، من اعاد الحدیث ثلاثا لیفھم :۱/۸۲)

ابن ماجہ میں حدیث ہے:

”کان رسُوْلُ اللہِ صلی اللہُ علیہِ وسلّم اِذا توضأ خلّل لحیْتہ (سنن ابن ماجہ، کتاب الطھارۃ، باب ماجآء فی تحلیل اللحیۃ)

”آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے اپنی داڑھی میں خلال کرتے“(ترجمہ وحید الزمان)

اس حدیث میں کَانَ اور اِذَا دونوں ہیں مگر علامہ وحید الزمان غیر مقلد کے نزدیک یہ کبھی کبھار کا عمل ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”داڑھی میں خلال کرنے پر حضرت کو مواظبت نہ تھی کبھی کبھی کر لیا کرتے تھے۔“

(رفع العجاجۃ عن سنن ابن ماجۃ: ۱/۲۳۰)

معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کا مذکورہ ضابطہ ان کے دعوی ”دوام“ کو ثابت نہیں کرتا۔ جب کَانَ اور اِذَا دونوں کے مجموعہ سے دوام ثابت نہیں ہوتا تو ان میں سے کسی ایک کَانَ یا اِذَا سے بطریق اولی ثابت نہیں ہوگا۔

نو ہجری تک رفع یدین کے باقی رہنے سے دوام پر دلیل

پروفیسر عبد اللہ بہاول پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”مالک بن حویرث اور وائل بن حجر کی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ متنازع رفع یدین آخر عمر تک کرتے رہے کیوں کہ یہ دونوں صحابی ۹ھ میں مسلمان ہوئے۔“

(رسائل بہاول پوری صفحہ ۱۸۱)

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”حضرت وائلؓ جو ۹ھ میں حاضر ہوئے، حدیث رفع الیدین بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت مالکؓ بن حویرث کی حدیث جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دَور میں حاضر ہوئے وہ بھی اس کی حکایت کرتے ہیں۔“(مقالاتِ اثری: ۲/۱۴)

الجواب:

۱۔ پہلے تو غیر مقلدین کو اپنے اصول کے مطابق صحیح سند سے ثابت کرنا چاہیے تھا کہ یہ دونوں صحابی سن نو ہجری میں مسلمان ہوئے۔

۲۔ اگر یہ بات تسلیم کر لیں کہ وہ دونوں صحابی نو ہجری میں مسلمان ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع کا

رفع یدین کرتے دیکھا ہے تب بھی متنازع رفع یدین کا دوام ثابت نہیں ہوتا کیوں کہ کسی عمل کا نو ہجری میں کیا جانا اس کی دلیل نہیں کہ وہ وفات تک بھی باقی رہا۔ اس لیے کہ نو ہجری کے بعد بھی احکام میں تبدیلی واقع ہوئی ہے اور منسوخ و متروک کا سلسلہ بھی رہا۔ مثلاً

بخاری میں حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِذا صلّی جالِسا فصلّوْا جلُوْسا اجْمعِیْن، جب امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔ (صحیح بخاری: ۱/۹۱)

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (وفات سے چند روز پہلے) بیٹھ کر نماز پڑھائی تو آپ کے مقتدی کھڑے تھے۔ (صحیح بخاری: ۱/۹۱)

اس لیے علماء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کو ناسخ اور فصلّوْا جلُوْسا کو منسوخ بتایا ہے۔

خود امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"قال الْحُمیْدِیُ هذا حدِیْثٌ منْسُوْخٌ، امام حمیدی نے فرمایا یہ حدیث منسوخ ہے۔" (صحیح بخاری)

امام بخاری رحمہ اللہ اس کے منسوخ ہونے پر دلیل یوں دیتے ہیں:

"لاِنَّ النّبِیَّ صلّی اللّٰہُ علیْہِ وسلّم آخِرُ ما صلّی صلّی قاعِدا وَالنّاسُ خلْفہٗ قِیامٌ، اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری نماز پڑھی وہ بیٹھ کر پڑھی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے تھے۔" (صحیح بخاری: ۲/۸۴۵)

علامہ وحید الزمان نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث نبوی: جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔" کے متعلق لکھتے ہیں:

> "یہ اخیر کا فقرہ اکثر علماء کے نزدیک منسوخ ہے مرض موت کی حدیث سے اس میں آپؐ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ آپؐ کے پیچھے کھڑے تھے۔"
>
> (رفع العجاجۃ عن سنن ابن ماجۃ: ۱/۴۳۰)

ایک غیر مقلد نے لکھا:

> "پہلی حدیث میں ہے کہ امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں لیکن پہلی والی حدیث مذکورہ بالا دوسری حدیث سے منسوخ ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ سلم بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے اور سب صحابہ کرام نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔“

(سنن دارمی مترجم صفحہ ۵۲۳، ترجمہ و تحقیق محمد الیاس)

حافظ عبد الستار حماد غیر مقلد حدیث نبوی ”فصلوْا جلوْساً“ کے متعلق لکھتے ہیں:

”یہ واقعہ ماہ ذوالحجہ ۵ھ مدینہ منورہ میں پیش آیا جب آپ گھوڑے سے گر کر زخمی ہوئے تھے زندگی کے آخری ایام میں جب آپ بیمار تھے تو آپ نے بیٹھ کر امامت کرائی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے تھے۔اس لیے مقتدیوں کا ایسے حالات میں بیٹھ کر نماز ادا کرنا ضروری نہیں۔عون الباری:۷۴۰/۱...“

(مختصر صحیح بخاری:۲۸۸/۱)

سن پانچ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم دیا وہ وفات سے چند روز پہلے منسوخ ہوا۔معلوم ہوا کہ نسخ و ترک کا سلسلہ نو ہجری کے بعد تک جاری رہا لہذا کسی عمل کا نو ہجری تک جاری رہنا اس کے دائمی اور تاوفات باقی رہنے کی دلیل نہیں۔

۳۔اگر سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع کا رفع یدین کرتے دیکھا ہے تو انہوں نے سجدہ کا رفع یدین بھی ملاحظہ فرمایا۔(نسائی:۱۶۵/۱)

بندہ نے غیر مقلدین کی زبانی سجدوں کے رفع یدین کے اثبات کو اپنے متعدد مضامین میں نقل کر دیا ہے۔ انہوں نے سجدوں کے اثبات رفع یدین پر جن حدیثوں کو پیش کیا اُن میں سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اور سیدنا وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ کی حدیثیں بھی ہیں۔

اگر ان کے متاخر الاسلام ہونے سے رکوع کا رفع یدین موت تک باقی رہنے والا باور کراتے ہو تو سجدوں کا رفع یدین بھی موت تک باقی رہنے والا تسلیم کرنا پڑے گا۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیثوں کو ناسخ قرار دے کر دوام کشید کرنا

حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”چوں کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دَور میں رہے لہذا سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نماز وغیرہ کے جو مسائل نبی صلی

اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں وہ آخری اور ناسخ ہیں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ نماز کا کوئی مسئلہ راقم الحروف کے علم میں نہیں ہے جو کہ منسوخ ہو۔"

(نور العینین صفحہ ۳۲۹)

اس کے بعد علی زئی نے رفع یدین سے متعلق سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ابوداود سے نقل کی۔

الجواب:

اس سے بھی متنازع رفع یدین کا دوام ثابت نہیں ہوتا جس کی درج ذیل وجوہ ہیں۔

۱۔ اس حدیث کی سند خود زبیر علی زئی کے نزدیک ضعیف ہے چنانچہ انہوں نے لکھا:

"اس روایت کی سند امام زہری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔"

(نور العینین صفحہ ۳۲۹)

چند صفحات بعد پھر لکھتے ہیں:

"امام زہری مدلس ہیں لہذا ہماری تحقیق میں یہ سند ضعیف ہے۔"

(نور العینین صفحہ ۳۳۲)

۲۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کئی حدیثوں کو علی زئی سمیت غیر مقلدین منسوخ قرار دے چکے ہیں۔

حافظ محمد اسلم حنیف (جامعہ محمدیہ اہلِ حدیث لیاقت پور) لکھتے ہیں:

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میت کو غسل دے خود غسل کرے اور جو میت کو اُٹھائے وضو کرے۔ قَالَ ابُوْداوٗدِ ھذا منْسُوْخٌ فقال یُجْزیٔ الْوُضوْءُ امام ابوداود علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ حکم منسوخ ہے۔"

(نماز جنازہ کے احکام و مسائل صفحہ ۴۳، ناشر جامعہ محمدیہ اہلِ حدیث لیاقت پور ضلع رحیم یار خاں)

مولانا فضل الرحمن بن محمد غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میت کو غسل دیا۔ اُس کو چاہیے کہ نہائے اور جس نے اس کو اُٹھایا اس کو وضو کرنا چاہیے۔ یہی حدیث

ابن ماجہ اور ابن حبان میں بھی ہے، لیکن امام ابو داود نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔یہ حدیث منسوخ ہے۔"

(جنازے کے مسائل صفحہ ۳۳،دار الدعوۃ السلفیة شیش محل روڈ لاہور)

خود زبیر علی زئی نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث نبوی کو منسوخ قرار دیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"معلوم ہوا کہ یہ روایت اصولِ حدیث کی رو سے بالکل صحیح ہے۔اسے محدثین کرام نے بغیر کسی اختلاف کے صحیح قرار دیا ہے۔یہ حدیث دوسری صحیح حدیث کی وجہ سے منسوخ ہے ... منسوخ روایت کو پیش کر کے صحیح احادیث کا مذاق اُڑانا اُن لوگوں کا ہی کام ہے جو قرآن کو "بلا رسول" سمجھنے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔"

(صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ صفحہ ۴۴،مکتبہ اسلامیہ)

یہ عبارت علی زئی کی کتاب "صحیح بخاری کا دفاع صفحہ ۲۶۴،مکتبہ اسلامیہ" پر بھی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اذا قرأ فانصتوا،جب امام قراءت کرے تم خاموش رہو۔

زبیر علی زئی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

"یہ حدیث صحیح تو ہے لیکن منسوخ ہے۔"

(ماہ نامہ "الحدیث" شمارہ:۸،ذوالقعدہ ۱۴۲۵ھ صفحہ ۵)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مذکورہ حدیث "ابو داود کتاب الصلوۃ باب الامام یصلی من قعود" میں بھی ہے۔

اس حدیث کی تخریج و تحقیق میں زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

"هذا الْحدِيْثُ مَنْسُوْخٌ۔"

(تخریج و تحقیق سنن ابی داود:۱/۴۷۸)

ترجمہ:یہ حدیث منسوخ ہے۔

علی زئی صاحب نے حدیث "اذا قرأ فانصتوا" کے متعلق لکھا:

"یہ حدیث منسوخ ہے"

(علمی مقالات جلد ۲ صفحہ ۲۶۳)

حدیثِ نبوی "اذا صلی جالسا فصلوا جلوسا " کے راوی بھی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں مگر یہ منسوخ ہے جیساکہ پیچھے باحوالہ غیر مقلدین کے اعتراف کے ساتھ مذکور ہوا۔

معلوم ہوا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث بھی منسوخ ہو سکتی ہے لہذا ان سے مروی رفع یدین کی حدیث (جسے خود ضعیف تسلیم کیا ہے) کو غیر منسوخ اور رفع یدین کے عمل کو دائمی کہنا درست نہیں۔

فائدہ:

مولانا محمد حسین میمن غیر مقلد حالت جنابت میں روزہ رکھنے کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جہاں تک ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تعلق ہے تو اس مسئلہ میں عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث راجح ہوں گی۔ دیکھئے نیل الاوطار جلد ۳۹۲۲"

(احادیث متعارضہ اور اُن کا حل صفحہ ۶۳، ادارہ تحفظ حدیث فاؤنڈیشن)

میمن صاحب نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو مرجوح قرار دیا ہے۔

رفع یدین کے دوام پر ایک اور کاوش: المعجم ابن الاعرابی کے حوالہ کا جائزہ

حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد نے رفع یدین کے دوام کو ثابت کرنے کے لیے "المعجم ابن الاعرابی" کے حوالہ سے روایت نقل کی۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لاصلین بکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ازید فیھا ولا انقص فاقسم باللہ وان کانت لھی صلاتہ حتی فارق الدنیا قال: فقمت عن یمینہ لانظر کیف یصنع فابتدأ فکبر ورفع یدیہ ثم رکع فکبر ورفع یدیہ ثم سجد ثم کبر ثم سجد و کبر حتی فرغ من صلوتہ قال اقسم باللہ ان کانت لھی صلوتہ حتی فارق الدنیا ۔(۲۲۶/۱، ح:۴۲)

البتہ میں آپ کو ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھاؤں گا۔ اس میں نہ زیادہ کروں گا، اور نہ کم۔ پس انہوں نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ آپ کی یہی نماز تھی حتی کہ آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ راوی نے کہا: پس میں آپ کی دائیں طرف کھڑا ہو گیا تاکہ دیکھوں کہ

آپ کیا کرتے ہیں۔ پس انہوں نے نماز کی ابتداء کی، اللہ اکبر کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے، پھر رکوع کیا، پس آپ نے اللہ اکبر کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے۔ پھر سجدہ کیا۔ پھر اللہ اکبر کہا۔ پھر سجدہ کیا اور اللہ اکبر کہا حتیٰ کہ آپ اپنی نماز سے فارغ ہو گئے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی نماز تھی حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے۔"

(نور العینین صفحہ ۳۴۷)

الجواب:

حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمہ اللہ جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آج کل غیر مقلدین عموماً اور زبیر علی زئی خصوصاً دین تصوف کو کفر و شرک کہتے ہیں اور صوفیاء کرام کو دین اسلام کے متوازی نئے دین گھڑنے والے کہتے ہیں۔ اب جس کتاب سے دلیل بیان کر رہے ہیں وہ ایک صوفی منش بزرگ ہیں۔ امام ابن الاعرابی المعجم کے بارے میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں: تصوف اور زہد ان پر غالب تھا، ان کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں سے طبقات النساک مشہور کتاب ہے۔ آپ کو جنید بغدادی اور ابو احمد قلانسی کی صحبت بھی میسر رہی ہے... امام ابن الاعرابی نے یہ بھی فرمایا کہ لوگ جمع (اتحاد خالق و مخلوق) کے بھی قائل ہیں حالاں کہ اس اتحاد کی صورت ہر ایک کے نزدیک مختلف ہے۔ اسی طرح فنا (ذاتِ الٰہی میں فنا) کا معاملہ ہے لوگ اس کے اسماء میں تو متفق ہیں مگر ان کے معنیٰ میں اختلاف کرتے ہیں اس لیے کہ اسم سے مراد غیر محدود حقائق و معارف ہو سکتے ہیں یہی حال معرفت الٰہی کا بھی ہے اس کی بھی کوئی انتہاء نہیں اور نہ اس کے وجود اور لذت سے ہی کماحقہ آدمی باخبر ہو سکتا ہے یہاں تک کہ انہوں فرمایا جب تو سنے کہ کوئی شخص حقیقت جمع و فنا کے بارے میں سوال کر رہا ہے یا ان کا جواب دے رہا ہے تو سمجھ لے کہ اسے ان کی کوئی واقفیت نہیں کیوں کہ ان کے حقیقت شناس لوگ ان کے بارے میں سوال نہیں کرتے وہ جانتے ہیں کہ یہ حقائق حدود نطق و بیان سے باہر ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۸۳۰) اس سے معلوم ہوا کہ امام ابن الاعرابی جمع و فنا یعنی مسئلہ وحدۃ

الوجود کو بالکل حقیقت سمجھتے تھے اور وحدۃ الوجود کو حقائق میں سے ماننے والے زبیر علی زئی کے نزدیک بدترین کافر و مشرک ہیں تو کیا علی زئی صاحب قرآن پاک کی کوئی آیت یا نبی پاک کی کوئی حدیث پیش کر سکتے ہیں کہ نماز کی اہم ترین سنت کسی کافر مشرک کی روایت سے لینا جائز ہے۔ ادہر تو صوفیاء کرام کے لیے کفر و شرک کی گردان پڑھتے نہیں تھکتے اور اُدہر نماز کی اہم سنت کے لیے ان کی چوکھٹ پر کاسہ گدائی رکھے سجدہ ریز ہیں۔"

(تجلیات صفدر:۴/۱۱۱)

اس کے مزید راویوں پہ جرح "تجلیاتِ صفدر" میں ملاحظہ فرمائیں۔اُن رواۃ کے پیشِ نظر یہ روایت غیر مستند ہے۔

اب ذرا متن کی طرف متوجہ ہوں۔ابن الاعرابی کی اس روایت میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے قسم اُٹھا کر فرمایا: میں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نماز بتانے لگا ہوں، اس میں نہ اضافہ کروں گا اور نہ ہی کمی۔ لہذا غیر مقلدین کے وہ مسائل جو اِس روایت میں نہیں وہ اس روایت کے مطابق نماز نبوی میں اضافہ شمار ہوتے ہیں مثلاً:رکوع کے بعد رفع یدین کرنااور تیسری رکعت کی ابتداء کا رفع یدین، ننگے سر نماز پڑھنا، سینے پہ ہاتھ باندھنا،جلسہ استراحت اور تورک کرنا وغیرہ۔

یہیں سے غیر مقلدین کی مجبوری سمجھ آتی ہے۔یہ حدیث رکوع کے بعد والے اور دو رکعتوں سے اُٹھ کر تیسری رکعت کی ابتداء میں کئے جانے والے رفع یدین اور دیگر امتیازی مسائل کی نفی کر رہی ہے مگر چوں کہ اُن کے زعم میں یہ رکوع کے رفع یدین کے دوام کی دلیل ہے اس لئے اسے قبول کر لیا۔

میں نے جتنے مناظرے پڑھے یا سنے ہیں اُن میں سے کسی مناظرہ میں غیر مقلدین نے اس روایت کو پیش نہیں کیا۔شاید اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس روایت کے مطابق رکوع سے اُٹھ کر کئے جانے والا رفع یدین اور قعدہ اولیٰ سے تیسری رکعت کی طرف اٹھتے ہوئے کیا جانے والا رفع یدین نماز نبوی پر اضافہ ثابت ہوتا ہے جب کہ غیر مقلد مناظر اپنے دعوے میں ان مقامات کے رفع یدین کو بھی سنت لکھ چکا ہوتا ہے۔

دو حدیثوں کو ایک بنا کر دوام کے حصول کی کوشش

حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد نے رفع یدین کے دوام کو ثابت کرنے کے لیے پہلے ابو داود کے حوالہ سے

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث رکوع کے رفع یدین کی نقل کی ہے جس کی سند کو خود ہی زہری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔(نور العینین صفحہ ۳۲۹)

اس کے بعد نسائی: ۱/۱۷۳ سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں:

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں بے شک تم سب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت میں قریب ہوں۔ آپ کی یہی نماز تھی حتی کہ آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔"

(نور العینین صفحہ ۳۳۴)

الجواب:

علی زئی ان دو حدیثوں میں سے رفع یدین پہلی حدیث سے اخذ کرتے ہیں اور دوام دوسری حدیث سے۔ حالاں کہ جس میں رفع یدین ہے، وہاں دوام کی کوئی بات نہیں اور جہاں دوام ہے وہاں رفع یدین کا کوئی ذِکر نہیں۔ مگر اس کے باوجود انہیں ایک ہی حدیث قرار دے رہے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رفع یدین کے دوام کی غیر مقلدین کے پاس کوئی ایک بھی حدیث بھی موجود نہیں۔ اگر ان کے پاس رفع یدین کے دوام کی ایک بھی حدیث ہوتی تو دو کو ایک بنا کر کام نہ چلاتے۔

اگر یہ حدیثیں واقعۃً ایک ہی حدیث ہے تو کسی جگہ تو دونوں جز: رفع یدین اور دوام ایک جگہ پر اکٹھے مذکور ہوتے حالاں کہ ہماری معلومات میں کسی جگہ بھی ان دو باتوں کا اجتماع ثابت نہیں ہے۔ اس کے برعکس رفع یدین سے متعلق سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اور سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت میں رکوع کا رفع یدین اور سجدوں کا رفع یدین ایک ہی حدیث میں مروی ہیں مگر علی زئی صاحب دونوں میں سے سجدہ کے رفع یدین کو نہیں مانتے۔

یہ بات بھی حیرت ہے کہ یہاں رفع یدین کے موقع پر ضرورت پڑی تو غیر مقلدین الگ الگ دو حدیثوں کو ایک بنا رہے ہیں مگر جہاں انہیں ایسا کرنے سے غیر مقلدیت کے خلاف محسوس ہوتا ہے تو وہاں دونوں کو ایک نہیں مانتے مثلاً:

بخاری میں ایک حدیث ہے مگر اس میں اذا قرأ فانصتوا، جب امام پڑھے تو خاموش رہو" کا جملہ نہیں

ہے۔ البتہ نسائی، ابو عوانہ اور مسلم میں یہ جملہ موجود ہے مگر غیر مقلدین مسلک کی پاس داری میں بقیہ حدیث کو قبول کر لیتے ہیں مگر اس جملہ "اذا قرأ فانصتوا" کو نہیں مانتے۔ توضیح الکلام وغیرہ کتب دیکھئے۔

اسی طرح بخاری میں حدیث ہے لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب۔ دیگر کتب حدیث میں اس حدیث کے آخر میں فصاعدا کا جملہ بھی ہے (مسلم:۱/۱۶۹، نسائی:۱/۱۰۵) مگر غیر مقلدین یہاں فصاعدا کو پہلے حصہ کے ساتھ ملا کر مسئلہ اخذ نہیں کرتے۔ (توضیح الکلام:۱/۱۳۱)

حاصل یہ ہے کہ جہاں ایک ہی حدیث کے دو حصے الگ الگ ہیں اور پھر کسی جگہ ان دونوں کا اجتماع بھی ہے اسے تو غیر مقلدین ماننے کے لئے تیار نہیں مثلاً فصاعدا کی زیادتی۔ اور اگر دو حدیثیں واقعۃً الگ الگ ہیں اور کسی بھی جگہ ان دو کا اجتماع نہیں مگر انہیں زبیر علی زئی ایک قرار دینے پہ تلے ہوئے ہیں یہ مذہبی پاس داری نہیں تو کیا ہے؟

رفع یدین کی حدیثیں اصح ہونے کی وجہ سے راجح ہیں

غیر مقلدین جب دلائل کی دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متنازع رفع یدین کو موت تک کرتے رہنا ثابت نہیں کر سکتے تو راجح و مرجوح کی طرف آجاتے ہیں اور یوں دعوی کر دیا کرتے ہیں کہ رفع یدین کے اثبات کی حدیثیں سنداً زیادہ صحیح ہیں لہذا اصح ہونے کی وجہ سے انہیں ترک کی حدیثوں پر ترجیح حاصل ہے۔

الجواب:

اگر رفع یدین کی حدیثوں کو اصح مان بھی لیا جائے تو بھی ان کا راجح ہونا کوئی ضروری نہیں اس لیے کہ اصح کو صحیح پر ترجیح دینے کا اصول قاعدہ کلیہ نہیں۔ مثلاً قرآن کریم میں ہے:

''كتب عليكم اذاحضر احدكم الموت ان ترك خيرا نِ الوصيۃ للوالدين والاقربين بالمعروف حقا على المتقين "(سورۃ البقرۃ، آیت:۱۸۰)

ترجمہ: تم پر فرض کر دیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی مرنے لگے اور مال چھوڑ جاتا ہو تو اپنے ماں باپ اور قرابت داروں کے لیے اچھائی کے ساتھ وصیت کر جائے۔ پرہیز گاروں پر یہ حق اور ثابت ہے۔" (ترجمہ مولانا محمد جوناگڑھی)

حافظ صلاح الدین یوسف غیر مقلد اِس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"وصیت کرنے کا یہ حکم آیت مواریث کے نزول سے پہلے دیا گیا تھا۔اب یہ منسوخ ہے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ان اللہ قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث۔(اخرجہ السنن بحوالہ ابن کثیر) اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو اس کا حق دے دیا ہے۔ (یعنی ورثا کے حصے مقرر کر دیے ہیں) پس اب کسی وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں۔"

(تفسیری حواشی صفحہ ۷۲)

حافظ صلاح الدین یوسف غیر مقلد فلا وصیۃ لوارث کو ناسخ اور قرآنی آیت کو منسوخ بتایا ہے۔جب کہ یہ حدیث بعض کے نزدیک ضعیف اور بعض کے ہاں حسن ہے یعنی اس کا صحیح یا حسن ہونا اتفاقی نہیں۔اور اگر اسے صحیح ماننے والوں کی بات مان لیں تو بھی اس کی صحت قرآن سے زیادہ تو کیا ہو اس کے برابر بھی نہیں بلکہ اس سے کئی گنا کم ہے۔اس کے باوجود یوسف صاحب نے قرآنی آیت پر ترجیح اسی حدیث کو دی ہے۔معلوم ہوا کہ یہ کوئی کلی اصول نہیں ہے کہ اصح کو صحیح پر ترجیح حاصل ہے اس لئے کہ یہاں تو غیر اصح (بلکہ بعض کے بقول ضعیف) کو اصح پر ترجیح دی گئی ہے۔

خود غیر مقلدین اس اصول کی دھجیاں اُڑا چکے ہیں یعنی انہوں نے کئی بار، متعدد مقامات پر غیر اصح کو اصح پر ترجیح دی ہوئی ہے۔

مولانا عبد المنان اثری غیر مقلد (احمد پور شرقیہ) آہستہ بسم اللہ پڑھنے کی بابت لکھتے ہیں:

"آہستہ پڑھنے کی روایتیں زیادہ اور صحت کے اعتبار سے قوی ہیں۔"

(مجلہ تفہیم الاسلام احمد پور شرقیہ جنوری ۲۰۲۰ء)

یہی بات دیگر کئی غیر مقلدین نے اپنی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔ضرورت پڑی تو ہم وہ سب حوالے پیش کر دیں گے ان شاء اللہ۔

یاد رہے کہ بسم اللہ آہستہ پڑھنے کی حدیثیں بخاری و مسلم کی ہیں جب کہ جہر کی روایت نسائی سے پیش کی جاتی ہے جسے کئی غیر مقلدین ضعیف کہہ چکے ہیں اور جنہوں نے اسے صحیح بھی کہا ہے تو انہیں یہ تسلیم ہے کہ اس کی صحت بخاری و مسلم کی حدیثوں کے برابر نہیں۔جب بات یونہی ہے تو غیر مقلدین کو چاہیے کہ بسم اللہ آہستہ کی حدیثوں کو ترجیح دے کر بسم اللہ اونچی کو مسنون و جائز تسلیم نہ کریں حالاں کہ غیر مقلدین کے ہاں بسم اللہ بالجہر بھی

جائز و سنت ہے بلکہ بعض مثلاً مولانا بدیع الدین راشدی وغیرہ کے نزدیک تو صرف بسم اللہ بالجہر ہی مسنون ہے۔پھر مزید جسارت یہ کہ انہوں نے صحیح مسلم میں مروی بسم اللہ بالسر کی حدیث کو ضعیف تک کہہ دیا ہے۔ لیکن جب مسئلہ تین طلاق کے بحث کی تب یہ دعوی کر دیا کہ صحیح مسلم کی ساری حدیثیں صحیح ہیں اور ان کی صحت پر اجماع ہے۔ غیر مقلدین کی عبارات نقل کر کے اس پر تفصیلی بحث میں اپنی کتاب "غیر مقلدین قرآن و سنت کی کسوٹی پر" میں کروں گا ان شاء اللہ۔

شیخ عبد الرحمن ضیاء غیر مقلد لکھتے ہیں:

> "ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ محرم ہونے کی حالت میں شادی کی [بخاری] جب کہ دیگر کتبِ حدیث مثلاً ترمذی وغیرہ میں ہے کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ حلال ہونے کی حالت میں شادی کی تھی۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ [ابن تیمیہ (ناقل)] ابن عباس رضی اللہ عنہا کی صحیح بخاری والی روایت کو مرجوح قرار دیتے ہیں۔"
>
> (امام ابن تیمیہ بحیثیت ایک عظیم محدث صفحہ ۴۸)

یہاں بخاری پر ترمذی وغیرہ کی روایت کو ترجیح دی ہے جب کہ غیر مقلدین یہ جملہ (یا اس کا مفہوم) بہت زیادہ نقل کیا کرتے ہیں کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ الصحیح للبخاری، یعنی صحیح بخاری کتاب اللہ کے بعد سب کتابوں سے زیادہ صحیح ہے۔ لیکن نکاح محرم کے مسئلہ میں غیر مقلدین نے ترمذی وغیرہ کی روایت کو بخاری پر ترجیح دی رکھی ہے۔حاصل یہ کہ اصح کو صحیح پر ترجیح دینے کے اصول پر خود ان کا اپنا عمل نہیں ہے۔

دوامِ رفع کی نئی دلیل قسمیں اُٹھانا

جب غیر مقلدین سارے جتن کر کے دیکھ چکے کہ ان سے رفع یدین کا موت تک کرتے رہنا ثابت نہیں ہوتا تو اَب قوم کو یقین دلانے کے لیے اُن کے خطیبوں نے قسمیں اُٹھا کر کہنا شروع کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موت تک رفع یدین کرتے رہے۔

الجواب:

عرض ہے کہ مسائل دلائل سے ثابت ہوتے ہیں۔ آپ کے پاس کوئی دلیل ایسی ہے جس میں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق صحابی نے بیان کیا ہو کہ آپ موت تک رفع یدین کرتے رہے تو پیش کیجئے۔ جب موت تک رفع یدین کے باقی رہنے کی تصریح کسی حدیث صحیح یا حسن میں نہیں تو محض قسم اُٹھالینے سے رفع یدین کا موت تک باقی رہنا کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟

نیز اگر آپ نے قسم اُٹھانی ہی ہے تو یوں قسم اُٹھایئے: اللہ کی قسم! صحیح یا حسن سند کے ساتھ ثابت ہے کہ صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موت تک رفع یدین کرنا بیان کیا ہے۔

ہم مستقل الگ مضمون لکھ چکے جس میں غیر مقلدین کی گواہیاں نقل کیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رکوع کا رفع یدین چھوڑ ثابت ہے۔ ان گواہیوں کے مطابق بھی بعض لوگوں کا حلفیہ دعویٰ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موت تک رفع یدین کیا" غلط ہے۔

یہ بھی فرمایئے کہ اگر آپ کا کوئی بھی مخالف کسی مسئلہ پر قسم اُٹھالے تو آپ اس کی قسم پہ یقین کر کے اس کا مذہب قبول کر لیں گے؟ مخالف کی قسم کو چھوڑیئے یہ بتایئے کہ آپ کے غیر مقلدین کی کتابوں میں جن مسائل کو حلفیہ بیان کیا گیا ہے انہیں تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں؟ اگر تیار ہیں تو آیئے دو حوالے پیش خدمت ہیں۔

(۱) ہم پچھلے صفحات میں زبیر علی زئی غیر مقلد کی کتاب "نور العینین صفحہ ۲۴۳" کا حوالہ نقل کر چکے ہیں کہ انہوں نے المعجم لابن الاعرابی سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کیا کہ انہوں نے دوبار اللہ کی قسم اُٹھا کر فرمایا: میں تمہیں بغیر کمی و بیشی کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز بتاتا ہوں۔ پھر انہوں نے جو نماز نبوی بتائی اس میں رکوع سے اُٹھنے کا رفع یدین نہیں، تیسری رکعت کی ابتداء والا رفع یدین بھی نہیں۔ مزید یہ کہ اس میں جلسہ استراحت، سینہ پہ ہاتھ باندھنا اور تورک کرنا بھی نہیں۔ آیئے اپنے ذہبی زماں بزرگ علی زئی کی نقل کردہ حدیث کے مطابق سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی قسم کا اعتبار کر کے ان سب اعمال کو چھوڑ دو جن کا اس روایت میں تذکرہ نہیں کیوں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز بتانے میں نہ کمی کروں گا اور نہ ہی زیادتی۔ ان کی قسم کے مطابق مذکورہ بالا غیر مقلدین کے اعمال نماز نبوی پر اضافہ ہیں۔

تنبیہ: ہمارے نزدیک المعجم لابن الاعرابی والی روایت غیر ثابت ہے، یہ حوالہ بطورِ الزام پیش کیا ہے، اس لئے کہ غیر مقلدین کے بزرگ حافظ زبیر علی زئی کے نزدیک یہ روایت نہ صرف معتبر ہے بلکہ انہوں نے اس سے استدلال بھی کیا ہے۔

(۲) اپنے بزرگ مولانا غلام رسول غیر مقلد کا بھی حلفیہ بیان پڑھ لیں۔ ان کے حالات میں لکھا ہے:

"ایک دفعہ دو زمیندار آپ کے پاس آئے انہوں نے کہا کہ ہم کو ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے۔ مگر جب تک اللہ کی قسم کھا کر نہ بتائیں گے ہم یقین نہ کریں گے۔ آپ نے فرمایا پوچھو انہوں نے کہا... کیا سورۃ فاتحہ خلف امام پڑھنا فرض ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم اس مسئلہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو غیر پر ترجیح دوں گا کیوں کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ ان نمازوں میں جن میں قراءۃ آہستہ پڑھی جاوے سورہ فاتحہ پڑھی جاوے اور جہر میں سکوت کیا جاوے۔"

(سوانح حضرت العلام مولانا غلام رسول صفحہ ۱۵۹)

مولانا غلام رسول صاحب نے امام مالک کا مسلک اختیار کیا کہ جہری نمازوں میں مقتدی فاتحہ نہ پڑھے البتہ سری میں پڑھا کرے۔ یہاں دو باتیں ملحوظ رہیں پہلی یہ کہ جہری نمازوں کی تعداد سری سے زیادہ ہے۔ دوسری یہ کہ امام مالک سری نمازوں میں مقتدی کے فاتحہ پڑھنے کو فرض نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ اس کا اعتراف خود غیر مقلدین نے بھی کیا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ۱/۲۵۷، توضیح الکلام ۱/۱۱۲،۸۷)

خلاف واقعہ اُٹھائی گئی غیر مقلدین کی قسموں پر ایک الگ سے مضمون تیار کیا ہے۔ جس میں ثابت کیا ہے کہ غیر مقلدین خلافِ واقعہ قسمیں اُٹھانے میں بہت جری ہیں۔ عنقریب وہ مضمون اشاعت کے مراحل سے گزر کر احباب کی خدمت میں پہنچ جائے گا ان شاء اللہ۔

فائدہ: بندہ نے یہ مضمون قریباً پندرہ سال پہلے لکھا تھا۔ تب اس کی اشاعت کی نوبت نہیں آئی تھی، البتہ عرصہ بعد حضرت مولانا عبد اللہ وڑائچ صاحب حفظہ اللہ (جہانیہ) کے ہاں مناظرہ پڑھنے والے فضلاء و طلبہ کو کئی بار اس مضمون کے مندرجات پڑھائے تھے۔ یہ اس دَور کی بات ہے جب مولانا نیاز اوکاڑوی حفظہ اللہ وہاں مدرس تھے، ابھی تک اُن کی کتاب "تسکین العینین فی ترک رفع الیدین" منظر عام پہ نہیں آئی تھی۔ اندازہ ہے کہ تب انہوں نے اسے لکھنا شروع کر دیا ہو گا۔ اَب (سن ۲۰۲۳ء میں) اس مضمون میں کچھ حوالہ جات و عنوانات کے اضافے کئے اور نئی ترتیب کے ساتھ مرتب کر کے اشاعت کے لیے بھیجا جا رہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ اسے شرف قبولیت عطاء کرے اور اُمید کرتا ہوں کہ قارئین اسے پسند کریں گے ان شاء اللہ۔

مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ

کسی شخص میں ننانوے (۹۹) وجوہ کفر کی ہو تو۔۔۔ الخ

فقہاء کرام کے اس قول کا مطلب

چند پہلے ایک صاحب علم نے فقہاء کرام کا ایک قول شاید بوجہ مصروف ہونے کے مجمل پیش کیا تھا: کہ اسلام میں یہ ایک بنیادی قاعدہ ہے:

"اگر کسی پر 99 فیصد کفر ظاہر ہو جائے صرف ایک فیصد اس پر اسلام کی کوئی علامت باقی ہو پھر بھی اس کی تکفیر جائز نہیں ہے کیونکہ یہ ایک فیصد اسلام انسان کو کفر سے بچاتا ہے۔"

اسی مجمل قول سے سوء استفادہ کرتے ہوئے بہت سے وہ لوگ جو دینی علوم سے ناواقف ہیں کہا تھا کہ پھر ہمارے علماء کرام کو کیا ہوا ہے جو بات بات پہ کفر کے فتوے لگاتے رہتے ہیں۔ بہر حال اکثر نے علماء کرام ہی پر دل کی بھڑاس نکالی تھی۔ حالانکہ اس صاحب علم نے جو قول پیش کیا تھا ایک تو اسکی تعبیر کچھ کمزور تھی دوسری بات یہ کہ یہ قول ذرا محتاج تفصیل ہے۔ اس طرح بھی نہیں جس طرح عموماً اس کا ایک سادہ سا مطلب مراد لیا جاتا ہے۔ اس سے پہلے کہ فقہاء کرام کے قول کا صحیح مطلب بیان کیا جائے پہلے آپ حضرات ایمان کی تعریف ملاحظہ فرمائیں۔

"تمام ضروریات دین کو ماننا ایمان ہے ان میں سے کسی ایک کا انکار کرنا یا تاویل باطل کرنا کفر ہے۔"

یہ تعریف نقلا بھی صحیح ہے اور نقلا بھی۔ نقلا صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ شیطان نے ساری زندگی اطاعت کی لیکن ایک حکم کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وکان من الکافرین (القرآن) اسی طرح مسیلمہ کذاب نے صرف مسئلہ ختم نبوت کا انکار کیا تو کافر ہو گیا۔

اور اس تعریف کے عقلا صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ رومال کے پاک ہونے کیلئے شرط ہے کہ اس پر کسی قسم کی نجاست نہ ہو لیکن ناپاک ہونے کیلئے ضروری نہیں کہ تمام قسم کی نجاستیں لگی ہوئی ہو تب ہی ناپاک ہو گا۔ بلکہ ایک قسم کی نجاست لگنے سے بھی ناپاک ہو گا۔

”اسی طرح مسلمان ہونے کیلئے تمام احکام کو ماننا ضروری ہے لیکن کافر ہونے کیلئے ضروری نہیں کہ کوئی آدمی تمام احکام کا انکار کرے تب ہی کافر ہوگا بلکہ صرف ایک حکم سے انکار بھی کفر کا ذریعہ ہے۔“

(انوارات صفدر، ج1 ص6)

اب رہی یہ بات کہ ضروریات دین سے کیا مراد ہے۔ عقائد الاسلام حصہ اول میں بحوالہ شامی ضروریات دین کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ:

”ضروریات دین اصطلاح شریعت میں ان امور کو کہا جاتا ہے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق تواتر ثابت ہو اور عام طور پر مسلمان ان امور کو جانتے ہوں یعنی ان چیزوں کا علم علماء تک محدود نہ ہو بلکہ عوام کے علم میں بھی وہ چیزیں آچکی ہو ایسی چیزوں کو ضروریات دین کہتے ہیں۔

مثلاً اللہ تعالیٰ کا ایک ہونا، اور تمام کائنات کا خالق ومربی ہونا، قرآن شریف اور تمام۔ آسمانی کتابوں کا کلام الٰہی ہونا،، تمام پیغمبروں کا برحق ہونا، جنت اور جہنم کا برحق ہونا۔

آگے لکھتے ہیں کہ:

اسلام کیلئے تمام ضروریات دین اور قطعیات اسلام کا تسلیم کرنا ضروری ہے۔ دین کی سو باتوں میں صرف ایک بات کا ماننا مؤمن ہونے کیلئے کافی نہیں۔“

(عقائد الاسلام حصہ اول صفحہ 193)

مفسر قرآن محقق العصر مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ اپنی مشہور زمانہ کتاب عقائد اسلام میں اس قول کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”علماء میں یہ مشہور ہے کہ جس میں 99 وجہیں کفر کی ہوں اور ایک وجہ ایمان کی ہو تو اس کی تکفیر نہ کی جائے۔ سو جاننا چاہیے کہ اس کلام کا یہ مطلب ہرگز یہ نہیں کہ جو شخص اسلام اور دین کی 99 باتوں کا منکر اور مکذب ہو اور ایک بات دین کی مانتا ہو اس کو کافر نہ کہا جائے یہ سراسر غلط اور مہمل ہے۔ کیونکہ اس معنی پر تو یہود اور نصاری کو بھی کافر کہنا جائز نہ رہے گا۔ کیونکہ یہود

ونصاریٰ کم از کم 50 فیصد فیصدی اسلام کی باتوں کو مانتے ہیں بلکہ دنیا میں کوئی کافر ایسا نہیں کہ جو اسلام کی تمام باتوں کا منکر ہو۔

علماء کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص نے کوئی مجمل اور محتمل کلمہ کفر زبان سے نکالا جس کے معنی میں 99 احتمال کفر کے ہیں اور ایک احتمال ایمان کا بھی ہے تو ایسے محتمل اور مشتبہ قول کی بناء پر اس کی تکفیر نہیں کی جائیگی اور یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی شخص شریعت کی تین سو حکموں کو مانتا اور صرف تین حکموں کو نہیں مانتا مثلاً زناکاری اور شراب خوری اور رشوت ستانی کو حلال سمجھتا ہے تو کیا یہ شخص کافر نہ ہو گا، کیونکہ سو میں سے 99 کا قائل ہے اور صرف ایک حکم کا منکر ہے۔ جو شخص حکومت وقت کے 99 قوانین کو مانتا ہو اور سو میں سے صرف ایک حکم کو ناقابل عمل قرار دیتا ہو تو حکومت کے نزدیک ایسا شخص باغی ہے اور تختہ دار یا حبس دوام کا مستحق ہے حالانکہ یہ شخص حکومت کے 99 احکام کو مانتا ہے صرف ایک حکم نہیں مانتا۔"

(عقائد اسلام حصہ اول ص 181)

اتمام حجت کی خاطر حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی عبارات بھی ملاحظہ فرمائیں۔ چنانچہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فقہاء نے جو فرمایا ہے کہ اگر نانوے وجہ کفر کی ہوں اور ایک اسلام کی تو تکفیر جائز نہیں۔ اگر اس کا وہ مطلب ہو جو نیچری وغیرہ سمجھتے ہیں تو دنیا میں کوئی کافر ہی نہ ہو گا کیوں کہ ہر کافر میں کوئی نہ کوئی تو وجہ اسلام کی پائی جاتی ہے مثلا کوئی عقیدہ توحید کا، قیامت کا یا کوئی عمل یا کچھ اخلاق سخاوت، مروت رحم وغیرہ تو کیا اس سے اسلام کا حکم کیا جاوے گا؟ سو فقہاء کی یہ مراد نہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر کسی قول یا فعل میں کفر کے تو نانوے محل محتمل ہوں اور ایک تاویل اسلام کی محتمل ہو تو اس تاویل پر حکم کریں گے۔"

(کلمۃ الحق: ص 192، ملفوظات حکیم الامت)

نوٹ: نیچری کے معنی: خدا کی بجائے فطری مظاہر اور مادّے کو کائنات میں کارفرما ماننے والا، خدا کی بجائے صرف ان قوانین فطرت کو کائنات میں کارفرما ماننے والا، جو عقل اور سائنس سے

ثابت ہوتے ہیں، فطرت پرست، مظاہر فطرت کی پرستش کرنے والا، نیچر کو ماننے والا دہریہ، سر سید احمد خاں کا مقلد۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ امداد الفتاوی میں ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔ سوال وجواب دونوں نقل کیے جاتے ہیں:

سوال 498: مشہور ہے کہ اگر کسی شخص میں ننانوے وجہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی تو اس پر کفر کا فتویٰ دینا نہ چاہئے تو شارع علیہ الصلوۃ والسلام نے بہت سے کلمات کو کفر کیلئے وضع کیا ہے تو پھر کلمات کفر کو کفر کیلئے وضع کرنے سے کیا فائدہ؟ اگر محض زجر مقصود ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ فی زمانا بڑے بڑے عالم بعض لوگوں کو ذرا ذرا سی بات پر بلکہ حقیقت میں کلمات کفر کے ارتکاب پر کفر کا فتویٰ دیتے ہیں، اس فتویٰ کو کس پر محمول کرنا چاہئے؟

جواب: اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر ننانوے باتیں کفر کی موجب پائی جاویں تب بھی فتویٰ نہ دیں گے، ننانوے تو بہت ہوتی ہیں اگر ایک امر بھی موجب کفر یقینی پایا جائے تب بھی فتویٰ دیدیں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ خود اس امر میں بہت سے احتمال ہیں بعض احتمالات پر تو وہ موجب کفر ہے اور وہ احتمالات ننانوے ہیں، اور بعض احتمال پر وہ موجب کفر نہیں اور وہ ایک ہے تو اس صورت میں اس امر کو محمول اسی احتمال پر کریں گے جو موجب کفر نہیں اور تکفیر سے احتیاط کریں گے۔

(امداد الفتاوی: ج4 ص393)

اللہ تعالیٰ ہمارے دین وایمان کی حفاظت فرمائے۔

مولانا عبد الرحمٰن عابد صاحب حفظہ اللہ (قسط:٦)

فقہ غیر مقلدین قرآن و حدیث کے خلاف ہے

31. مَردوں کیلئے سونا و چاندی استعمال کرنا

شریعت:

عن عليٍّ رضي الله عنه قال: رأيتُ رسول اللهِ ﷺأخذ حريرا، فجعله في يمينه، وذهبا فجعله في شماله، ثم قال: "إنَّ هذيْن حرامٌ على ذكور أمَّتي".

عن أبي موسى الأشعري رضي الله عنه : أنَّ رسول اللهِﷺ قال: "حُرِّمَ لِباسُ الحرير والذَّهبِ على ذكور أمَّتي، وأحِلَّ لإناثِهمْ".

[أبو داود،النسائي،ابن ماجه أحمد. حديث أبي موسى رضي الله عنه: رواه الترمذي والنسائي وأحمد]

علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے ریشم لے کر اپنے داہنے ہاتھ پر رکھا اور سونا لے کر اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا اور فرمایا: "یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں"۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ریشم کا کپڑا اور سونا میری امت کے مردوں کے لیے حرام اور ان کی عورتوں کے لئے حلال ہیں"

بغاوت:

لیکن اس شریعتِ محمدیہ ﷺ کے خلاف غیر مقلدین کے فقہ کا مسئلہ ملاحظہ کیجیے اور خود سوچئے کہ کیسے شریعت سے بغاوت کرتے ہوئے غیر مقلدیت (بدون اجتھاد) مسلک کو اختیار کیے ہیں، چنانچہ نواب نور الحسن خان بن نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

"حرام است نوشیدن و خوردن در آوندھائے زر و سیم والحاق سائر استعمالات بداں نام تمام ست" (عرف الجادی ص 50)

یعنی سونے اور چاندی کے برتن میں کھانا پینا حرام ہے مگر اس میں اور استعمالات کو شامل کرنا صحیح نہیں ہے۔

اور نواب وحید الزمان صاحب یوں نوابی کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ولاتکرہ الکتابۃ بقلم لاذھب والفضۃ او من دواتھما"

(کنز الحقائق ص28)

یعنی سونے اور چاندی کے قلم یا دوات سے لکھنا مکروہ نہیں ہے۔

اور فتاوی نذیریہ میں ہے:

"مرد کو چاندی کے بٹن لگانا جائز نہیں ناجائز ہونے کی وجہ معلوم نہیں ہوئی۔"

(فتاوی نذیریہ ج2 ص352)

سبحان اللہ! ایک طرف تو کہہ رہا ہے کہ جائز نہیں اور پھر یوں بھی کہہ رہا ہے معلوم نہیں کہ ناجائز کیوں ہے؟ معلوم ہوا کہ غیر مقلدوں کا یہ مذہب سونے اور چاندی کا استعمال مردوں کے لئے "صرف کھانے اور پینے کے لئے حرام ہے" غلط اور باطل ہے اور احادیثِ نبویہ کے خلاف ہے اس لئے تو بہاولپوری صاحب یوں حقیقت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں

"وہابی صحیح دین نہیں ہے صحیح دین وہ ہے جس پر محمدی مہر ہے قصہ ختم۔"

(خطبات بہاولپوری ج3 ص315)

32. گانا بجانا حلال ہے

شریعت:

اسلام میں موسیقی اور گانے بجانے کی شدید مذمت کی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے واضح الفاظ میں اس حوالے سے وعید کا تذکرہ کیا ہے، چند دلائل ملاحظہ کیجیے:

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ومِنَ النّاسِ من یَّشتری لھو الحدیثِ لِیُضِلَّ عن سبیلِ اللّٰہِ بغیر علمٍ ۖ وَّیتّخِذھا ھُزُوًا ؕ اُولٰٓئِکَ لھم عذابٌ مُّھین" (سورۃ لقمان آیت نمبر6)

ترجمہ:"اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو لهو الحديث خریدتے ہیں تاکہ لوگوں کو جہالت کے ساتھ اللہ کے راستے سے گمراہ کردیں اور (دین اسلام سے) استہزاء کریں۔یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔"

اس آیت مبارکہ میں لهو الحديث کی تشریح میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"الغناء والذي لا إله الا هو "اس ذات کی قسم جس کے سوادوسرا کوئی الہ نہیں ہے،اس آیت میں لهو الحديث سے مراد غناء (گانا بجانا) ہے۔

[مصنف ابن ابی شیبہ:6/309ح21123وسندہ حسن]

اس اثر کو امام حاکم اور ذہبی رحمہا اللہ دونوں نے صحیح کہا ہے۔دیکھے[المستدرک:2/411ح3546]

مشہور تابعی حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"هو الغناء"یہ غنا(گانا) ہے۔[مصنف ابن ابی شیبہ 2/310ح21127وسندہ حسن]

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مذمت کرتے ہوئے،جو کہ دین حق کے مخالف ہیں فرماتے ہیں:

"وأَنْتُمْ سَامِدُونَ اور تم غفلت میں پڑے ہو۔"[53-النجم:61]

اس آیت کی تشریح میں مفسر القرآن حبر الامۃ امام عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"هو الغناء بالحميرية، اسمدي لنا: تغني لنا "سامدون سے مراد حمیری زبان میں گانا بجانا ہے۔اسمدي لنا کا مطلب ہے،"ہمارے لئے گاؤ۔"

[السنن الكبري للبيهقي:101/223وسندہ صحیح]

سیدنا ابو عامر یا ابو مالک الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"میری امت میں ایسی قومیں ضرور پیدا ہوں گی جو زنا،ریشم،شراب اور باجوں کو حلال سمجھیں گی اور بعض قومیں پہاڑ کے پاس رہتی ہوں گی اور جب شام کو اپنا ریوڑ لے کر واپس ہوں گی۔اس وقت ان کے پاس کوئی ضرورت مند (فقیر) آئے گا تو کہیں گے: کل صبح ہمارے پاس آؤ اللہ تعالیٰ انہیں رات کو ہی ہلاک کردے گا اور پہاڑ کو گرادے گا اور باقیوں کو بندروں اور سوروں کی شکل میں مسخ کردے گا اور قیامت تک اسی حال میں رہیں گے۔"

[صحیح بخاری:2/837ح5590، صحیح ابن حبان ح6719]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

”قال رسول اللہ ﷺ إن اللہ حرم علیکم الخمر و المیسر و الکوبة۔۔ کل مسکر حرام “

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ نے تمہارے اوپر شراب، جوا اور کُوبہ حرام کیا ہے اور فرمایا: ہر نشہ دینے والی چیز حرام ہے۔

[مسند احمد 2691،350ح3274و إسنادہ صحیح ح3274 وسنن أبي داود:3296]

اس کے ایک راوی علی بن بذیمہ فرماتے ہیں کہ الکوبة سے مراد الطبل یعنی ڈھول ہے۔

[سنن أبي داوٗد:2/164 و إسنادہ صحیح]

محمود بن خالد الدمشقی نے صحیح سند کے ساتھ امام نافع سے نقل کیا ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک دفعہ بانسری کی آواز سنی تو اپنے کانوں میں انگلیاں دے دیں اور فرمایا: نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا۔[سنن ابي داوٗد : 2/ 326 ح 4924 و إسنادہ حسن و المعجم الکبیر للطبراني:1/ 13 و تحریم النرود الشطرنج و الملاھي للآجري ح 65، مسند احمد 2/ 38 ح 4965، السنن الکبري للبیہقي:1/ 222]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”صوتان معلونان فی الدنیا والآخرۃ، مزمار عند نعمة ورنة عند مصیبة “

دو آوازوں پر دنیا اور آخرت (دونوں) میں لعنت ہے۔ خوشی کے وقت باجے کی آواز اور غم کے وقت شور مچانا اور پیٹنا۔[کشف الاستار عن زوائد:1/377]

حافظ ہیثمی نے فرمایا: ”ورجالہ ثقات “یعنی اس کے راوی ثقہ ہیں۔[مجمع الزوائد:3/13]

اسی طرح گانے کے مذمت میں اور بھی کئی دلائل ہیں لیکن اس پر اکتفاء کرتے ہیں۔

بغاوت:

اب آئیں غیر مقلدین کا فقہ قرآن و حدیث کے خلاف دیکھ کر ان کی بغاوت ملاحظہ کیجیے۔ غیر مقلدین کی طرف سے عظیم الشان القابات کے ساتھ متصف "نواب عالی جناب، عالم باعمل، فقیہ وقت، محبِ السنۃ وحید الزمان

بن مسیح الزمان "(ھدایۃ المستفید ج1 ص104)یعنی وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں

"وکذالک لابأس بتتبع الرخص لقولہ فبھا ونعمت واختیار قول أھل المدینۃ فی الغناء ---الخ

(ہدیۃ المھدی ص112)

اسی طرح اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ آدمی رخصتوں کے پیچھے لگا رھے اور گانے کے سلسلہ میں اہل مدینہ کا قول اختیار کرے۔

اور چند صفحے بعد لکھتے ہیں:

"ولایجوز الانکار علی امورمختلفۃ فیھا بین العلماء کغسل الرجل و مسحہ--- واللعب بالشطرنج والغناء والمزامیر "

(ص118)

اور انکار جائز نہیں اُن مسائل میں جو علماء کے درمیان اختلافی ہیں جیسا کہ پاؤں کو دھونا(یا) اور مسح کرنا اور شطرنج کھیلنا اور گانا بجانا اور باجا بجوانا۔

یادرہے رئیس ندوی صاحب نے اس کتاب کو "سلفی کتاب" کہا ہے(دیکھیے:ضمیر کا بحران ص288)

غیر مقلدین کا مذہب ہی خواہش پرستی کا نام ہے جو حرام کام کے پیچھے لگ جاتے ہیں اسی وجہ سے تو غیر مقلدین کا مشہور مایہ ناز محقق مولانا ابو الاشبال احمد شاغف صاحب اپنی مذہب کی یوں حقیقت اپنی قلم کی نوک پر لاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"دراصل ہم لاشعوری طور پر خواہشات نفس و انانیت کے شکار ہیں لیکن سمجھنے کی توفیق سے محروم ہیں"

(مقالاتِ شاغف ص276)

موصوف دوسری کتاب میں لکھتے ہیں

"وندب اعلان النکاح ولوبضرب الدفوف واستعمال المزامیر والتغنی "

(نزل الابرار حصہ دوم ص3)

نکاح کا اعلان کرنا مستحب ہے اگرچہ وہ ڈھول بجانے کیساتھ ہو اور باجا استعمال کیا جائے اور گانا گایا جائے۔

ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں:

"جو شخص نکاح یا خوشی کی رسموں میں باجے بجوائے اس کو فاسق کہنا شرارت اور تعصب ہے"

(اسرار اللغۃ پارہ ہشتم ص 61 بحوالہ ضمیر کا بحران ص 347 از رئیس ندوی غیر مقلد)

غیر مقلدین کے "وکیلِ سلفیت و استاذ الحدیث و محقق" رئیس ندوی صاحب وحید الزمان صاحب غیر مقلد کی اوپر بالا عبارت کی دفاع کرتے ہوئے ایک صاحب کو جواب دیتے ہیں

"شادی بیاہ اور دیگر خوشی کے مواقع پر مباح قسم کے باجے اور شعر خوانی یعنی گانے کو لوگ حدیث نبوی کی متابعت میں مباح کہیں انہیں فاسق کہنا اگر ظلم و شرارت و تعصب نہیں تو کیا ہے ؟۔۔۔ آپ ﷺ نے شادی کے موقع پر لہو یعنی باجہ اور گانے کی اجازت ہی نہیں بلکہ حکم دیا (صحیح البخاری)۔۔۔ متواتر المعنی حدیث نبوی سے عیدین کی خوشی کے موقع پر بھی باجہ و گانے کی اجازت صریح طور پر ثابت ہے"

(ضمیر کا بحران ص 347و348 جامعہ سلفیہ بنارس ہندوستان)

اللہ اکبر کبیرا۔ صرف اسی پر بس نہیں یہی صاحب اپنی دوسری کتاب میں یوں بھی لکھتے ہیں

"مذکورہ شادی کے موقع پر گائے جانے والے گانے میں جب تک اسلامی عقیدہ کے خلاف کوئی بات نہیں کہی گئی تھی تب تک آپ ﷺ بذات خود بھی عام لوگوں کی طرح یہ گانے سنتے رہے"

(تصحیح العقائد ص 127)

اناللہ وانا الیہ راجعون۔۔۔! نبی کریم ﷺ بھی گانے سنتے تھے العیاذ باللہ۔

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری صاحب نے ایک جگہ گانے ودف بجانے کی عدم جواز کا فتویٰ دیا تھا تو پھر کسی غیر مقلد نے اسکا تعاقب کیا تو امرتسری صاحب مرحوم اپنے فتویٰ سے رجوع کیا، پورا تعاقب و جواب التعاقب ملاحظہ کیجیے

" تعاقب : سال رواں کے نمبر 19 پرچہ میں نمبر89 سوال کے جواب میں جناب تحریر فرماتے ہیں کہ اگر نکاح میں دف مذہبی رسم جان کر بجاتا ہے تو بدعت ورنہ لغو، اس کے متعلق عرض ہے کہ ایک قولی حدیث میں نکاح میں دف بجانا مشروع بلکہ نکاح کا اعلان و دف کے ذریعے سے مستحب معلوم ہوتا ہے ملاحظہ ہو مشکوۃ ص273، عن عائشۃ----واضربوا علیہ بالدف، رواہ الترمذی وقال ھذاحدیث غریب یہ حدیث غریب ہے مگر اس کی تائید اور تقویت ذیل کی حدیث سے ہوتی ہے وھو ھذا ، عن محمد بن حاطب الجمعی---(ابن ماجہ، مشکوۃ ص272) اور یہ حدیث حسن قابل احتجاج ہے کما قال الترمذی واللہ أعلم

راقم الحروف ابوالنعمان انیس الرحمن نعمانی مدرسہ اسلامیہ مرشد آباد بنگال

(اہلحدیث امرتسر 19 رجب 58ھ)

مفتی: فتوی میں سہو ہو گیا تھا تعاقب صحیح ہے واللہ أعلم وعلمہ أتم

(اہلحدیث امرتسر 15 ستمبر 1939ء).

[فتاوی ثنائیہ ج2 ص287 مکتبہ اصحاب الحدیث لاہور، وادارہ ترجمان السنۃ لاہور)

معلوم ہوا کہ یہ لوگ گانا بجانے کو مستحب اور خود جناب نبی کریم ﷺ کی طرف نسبت کرتے ہوئے بھی کتراتے نہیں کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بھی گانے سنتے تھے تھے العیاذ باللہ۔بس غیر مقلدین مذہب کی گمراہیاں دیکھتے جائیں، اسی وجہ سے تو غیر مقلدین کے مشہور محقق و مناظر عبد اللہ بہاولپوری صاحب کہتے ہیں

"اس میں شک نہیں اہلحدیثوں کا موجودہ کردار بڑا ہی گندہ ہے"

(خطبات بہاولپوری ج3 ص214)

33. فجر کی چھوٹی ہوئی سنتوں کو طلوع سے پہلے پڑھنے کا مسئلہ

شریعت:

نماز فجر کے بعد سے سورج نکلنے تک کوئی سنت یا نفل پڑھنا جائز نہیں، حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے، اس لئے اگر فجر کی سنت چھوٹ جائے تو فرض کے بعد فوراً قضاء نہ کریں بلکہ سورج نکلنے کے بعد اشراق کے وقت

میں پڑھیں۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ

"لا صلوة بعد الصبح حتی ترتفع الشمس ولا صلوة بعد العصر حتی تغرب الشمس "

(بخاری شریف ج 1 کتاب المواقیت حدیث نمبر:۵۸۶)

کہ فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز سورج کے بلند ہونے تک نہ پڑھی جائے، اسی طرح عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوبنے تک کوئی نماز نہ پڑھی جائے،

عَنْ أبي هُرَيْرَة ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: " مَنْ لَمْ يُصَلِّ رَكْعَتي الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهِما بَعْدَ ما تَطْلُعُ الشَّمْسُ"(رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: جس نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں اس کو چاہئے کہ وہ سورج نکلنے کے بعد ان کو پڑھے۔

لطف کی بات تو یہ ہے کہ اس دلیل کو غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل نذیر حسین دھلوی صاحب کے فتاوی میں بھی منقول ہیں چنانچہ ایک سائل کے جواب میں میاں نذیر حسین صاحب فرماتے ہیں:

"صورتِ مسولہ میں سنتِ متروکہ کو ضرور قضاء کرنا چاہیے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: "مَنْ لَمْ يُصَلِّ رَكْعَتَي الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهِما بَعْدَ ما تَطْلُعُ الشَّمْسُ"

(الترمذی)

اور اس کا ترجمہ فتاوی نذیریہ کے محشی نے یہ کیا ہے " جس نے صبح کی دو سنتیں نہ پڑھی ہوں وہ سورج نکلنے کے بعد پڑھے "

(فتاوی نذیریہ ج 1 ص 484)

سبحان اللہ! مجھے تو یہاں امین اللہ پشاوری صاحب غیر مقلد کی یہ بات یاد آئی کہ

"اکثر اوقات ایک شخص باطل پر ہوگا لیکن منہ سے حق بات نکل آئیگی"

(سیرتِ رسول ﷺ ج 1 ص 257)

غیر مقلدین میں سے کوئی یہ واویلا نہ کریں کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کو غیر مقلدین کے شیخ الکل نے بھی نقل کی ہے جبکہ غیر مقلدین تو اپنے مذہب کی (مصنوعی) خصوصیات میں یہ بھی بتلاتے ہیں کہ ہمارے مسلک میں

صرف صحیح احادیث ہیں ضعیف اور موضوعی احادیث نہیں۔اور جبکہ امام ترمذی رحمہ اللہ(المتوفی:179ھ)تو ان روایات کے بعد فرماتے ہیں کہ

"والعمل على هذا عندأهل العلم"(ترمذی)خود فتاوی نذیریہ میں بھی یہی حوالہ درج ہے

(دیکھیے:فتاوی نذیریہ ج1ص520)

اور جب محدثین وفقہاء کا ایک روایت پر عمل ہو تو وہ صحیح ہوتا ہے یا نہیں خود غیر مقلدین کو اپنا مذہب معلوم ہوگا ورنہ عدم واقفیت اور مطالبہ پر ہم انکو انہی کی کتابوں کے حوالے حوالہ جات کے انبار لگائینگے ان شاء اللہ۔ہاں بطورِ ضیافت ایک حوالہ ذہن نشین فرمالیں کہ بعض حضرات فرض کے فوراً بعد قضا کرنے کی دلیل میں حضرت قیس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے استدلال کرتے ہیں جو سنن ترمذی میں موجود ہے حالانکہ امام ترمذی نے کہا کہ اس روایت کی سند متصل نہیں ہے؛لہذا صحیح احادیث کے مقابلہ میں اس پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔واللہ اعلم بالصواب۔

بغاوت:

اب اس حدیث کے خلاف غیر مقلدین کی مذہب کو ملاحظہ کیجیے کہ کیسے احادیث کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے آبائی مسلک غیر مقلدیت کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔غیر مقلدین کے محقق حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب لکھتے ہیں

"فجر کی سنتیں اگر جماعت سے قبل نہ پڑھی جاسکیں تو فرض نماز کے بعد طلوع آفتاب سے قبل انہیں پڑھنا درست ہے۔

(احکام ومسائل ج1ص213)

نیز دیکھیے (مجلّہ نورالحدیث شمارہ مارچ و اپریل 2019 ص49، نماز نبوی از ڈاکٹر شفیق الرحمن ص272، صحیح نماز نبوی از عبدالرحمن عزیز ص287، نماز کی کتاب از حافظ عمران ایوب لاھوری ص194)

موقع کے مناسبت سے عبداللہ بہاولپوری صاحب کا یہ اعتراف بھی ملاحظہ کیجیے جو کئی سال پہلے کرچکے تھے کہ

"اہل حدیث کے بگاڑ کہ یہ کیفیت اور دین سے بُعد و بیگانگی بہت بڑا المیہ ہے"

=÷=

(خطبات بہاولپوری ج3 ص15)

34. تقلید جائز یا شرک ؟

شریعت:

شریعت نے ہمیں تقلید کی اجازت دی ہے چنانچہ ہم اپنی طرف سے حوالہ جات کے بجائے اسلاف ہی کے فہم سے قرآن وحدیث کے چند حوالہ جات نقل کرینگے ورنہ تفصیل کے ساتھ تحقیقی و الزامی مفید بحث کیلئے ہماری کتاب "دروسِ مناظرہ بزبانِ پشتو" ملاحظہ فرمائیں۔

فاسْئَلوْا أهل الذِّكْرِ إِن كنتمْ لا تعلمُون

{ترجمہ از مولانا فتح محمد جالندہری} اور ہم نے تم سے پہلے مرد ہی (پیغمبر بنا کر) بھیجے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔ اگر تم نہیں جانتے تو جو یاد رکھتے ہیں ان سے پوچھ لو

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الاکلیل" میں فرماتے ہیں

"اس آیت سے علماء نے فروعی مسائل میں عام آدمی کے لئے تقلید کے جواز پر استدلال فرمایا ہے۔"

(الاکلیل، سورۃ النحل، ص ۱۶۳)

حافظ ابن عبد البر (المتوفیٰ:463ھ) بھی اس آیت سے تقلید کی اثبات کرتے ہوئے لکھتے ہیں

" ولم تختلف العلماء أن العامّة عليها تقليد علمائها وأنهم المرادون بقول الله عزّوجلّ فاسئَلوا أهل الذكر ان كنتم لاتعلمون "

(جامع بیان العلم وفضلہ ج2 ص140)

کہ اس بات میں علماء کے آپس میں کوئی اختلاف نہیں کہ عوام پر اپنے علماء کی تقلید لازم ہے اور انہوں نے یہ دعویٰ اس دلیل سے پکڑی ہے کہ "فاسْئَلوْا أهل الذِّكْرِ إِن كنتمْ لا تعلمُون"

علامہ خطیب بغدادی (المتوفیٰ:463ھ) بھی اس آیت سے تقلید کی اثبات کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"فهذا يسوغ فيه التقليد بدليل قول الله تعالى فاسئَلوا أهل الذكر ان كنتم لاتعلمون

(الفقیہ والمیفقیہ ج2 ص68)

کہ پس اس میں تقلید جائز کی گئی ہے اس دلیل کی بنیاد پر فاسْئَلُوٓا أهلَ الذِّكْرِ إن كُنتُمْ لا تعْلَمُون

اسی طرح علامہ قرطبی (المتوفی:671ھ) بھی اس آیت سے اجماع کے ساتھ تقلید کا جواز نقل کیا ہے۔

(دیکھے تفسیر القرطبی ج11 ص272)

ابن قدامہ الحنبلی (المتوفیّ:620ھ) بھی اس آیت سے تقلید کی اثبات کی ہے۔

(دیکھے تحریم النظر فی کتب الکلام ص51)

اور سعودی علماء نے بھی اس آیت سے تقلید کی اثبات کی ہے۔

(دیکھے:فتاوی نورعلی الدرب ج6 ص2،فتاوی اللجنۃ الدائمہ ج5 ص44)

بلکہ خود فرقہ اہلحدیث کے اکابرین نے بھی اس سے تقلید کی اثبات کی ہے لیکن چونکہ استیعاب ہماری مراد نہیں بس اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

بغاوت:

اب شریعت کے اس مسئلے کے خلاف غیر مقلدین کی فقہ شریعت سے بغاوت ملاحظہ فرمائیں۔

"تقلید شرک وبدعت عمل ہے"

(التحقیق السدید ص 69 للشیخ امین اللہ البشاوری د تقلید حقیقت او د مقلّدینو اقسام ص 277، حقیقۃ التقلید واقسام المقلّدین ص 243 کلاھما لامین اللہ البشاوری)

دیکھئے یہ لوگ اس شرعی مسئلے کے خلاف ورزی کرتے ہوئے اس کو شرک سے تعبیر کرتے ہیں: حقانیت مسلکِ اہلحدیث ص402، فتاوی ثنائیہ ج1 ص63، مجموعہ رسائل از نواب صدیق حسن خان ج1 ص183، مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ از رئیس ندوی ص770، خطبات بہاولپوری ج3 ص210 وغیر ھم۔

35. صحابہ کے اقوال حجت ہیں یا نہیں؟

شریعت:

شریعت نے صحابہ کے کرام کے اقوال کو حجت قرار دیا ہے مختصراً چند احادیث ملاحظہ فرمائیں

ارشاد نبوی ہے:وتفترق أمتي على ثلاث وسبعين ملّة كلهم فى النار إلا ملة واحدة، قالوا: ومنْ هي يا رسول اللهﷺ! قال: ما أنا عليهﷺ وأصحابي (ترمذی، رقم: ۲۶۴۱)

ترجمہ: میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہو جائے گی اور بجز ایک فرقے کے سب فرقے جہنم میں جائیں گے، صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ ایک فرقہ کون ہے؟ ارشاد فرمایا کہ جس طریقے پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں۔

یہاں صاف نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ جس طریقے پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں وہ جنت میں جائیگا اسی طرح ایک اور جگہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

(اقتدوا بالذين من بعدى: ابى بكر و عمر)[ترمذی]

"میرے بعد ان دونوں ابو بکر و عمر کی اقتدا کرنا۔"

دیگر اور بھی بکثرت سے روایات موجود ہے چنانچہ شیخ عبد السلام رستمی صاحب غیر مقلد حافظ ابن القیم رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

"حافظ ابن قیم نے 13 (تیراہ) آیاتِ کریمہ اور انتیس (29) صحیح احادیث پیش کی ہے اور دیگر علماء کرام کے چھیالیس (46) دلائل ذکر کی ہے کہ صحابی کا قول حجت ہے۔

(رسالۃ التنقید علی من افرط فی التلقید ص51)

معلوم ہوا کہ بقول ابن القیم رحمہ اللہ اس پر دیگر دلائل کے علاوہ 29 دلائل موجود ہیں کہ صحابہ کے اقوال حجت ہے۔

بغاوت:

لیکن اب غیر مقلدین کے اس شرعی مسئلے کے خلاف بغاوت ملاحظہ فرمائیں کہ یہ لوگ پھر بھی صحابہ کرام کے اقوال کو حجت نہیں مانتے۔ چنانچہ امین اللہ پشاوری صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں کہ صحابی کا ایسا قول کہ شریعت کے خلاف نہ ہو تب بھی حجت نہیں ہے، اصل عبارت ملاحظہ کیجئے

"اگر صحابی ایسی بات کہیں کہ اس کی رائے ہو اور نص کے خلاف نہ ہو لیکن اس کے ساتھ نص بھی نہ ہو تو یہ حدیث موقوف کہلاتی ہے یعنی صحابی کی بات ہوتی ہے تو آیا یہ امت پر حجت ہے یا

نہیں؟ تو یہ محلِ نظر ہے ظاہر یہ ہے کہ بعد التتبع دلائل کے ہم یہ کہیں گے کہ یہ صحابی کا اجتہاد ہے اور امت پر حجت نہیں"

(الحق الصریح ج1 ص474، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ حدیث نمبر26)

اور اسی کتاب میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ

"صحابہ کے اقوال مطلقاً حجت نہیں ہے"

(الحق الصریح ج1 ص40)

فتاویٰ نذیریہ میں ہے

"دوم آنکہ اگر تسلیم کردہ شود کہ سند ایں فتویٰ صحیح ست تاہم از واحتجاج صحیح نیست زیرا کہ قول صحابی حجت نیست (ص 340) یعنی دوسری بات یہ ہے کہ اگر حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن زبیر کا یہ فتویٰ صحیح بھی ہے تب بھی اس سے دلیل پکڑنا درست نہیں اس لئے کہ قول صحابی دلیل نہیں ہے۔

نواب نور الحسن خان صاحب نے عرف الجادی میں یوں لکھا ہے

حدیث جابر دریں باب قول صحابی حجت نیست یعنی حضرت جابر کی یہ بات (لا صلوة لمن يقرء والی حدیث ہی نماز پڑھنے والے کیلئے ہے) حضرت جابر کا قول ہے اور صحابی کا قول حجت نہیں ہوتا۔

(عرف الجادی ص38)

حوالہ جات تو اس سلسلے میں بہت زیادہ ہے تاہم صرف کتاب بمع صفحہ نشاندہی کے طور پر دیکھے

(التحقیقات فی رد الھفوات ص595)

بلکہ ان کی غیر مقلدیت کی نشہ سر پر اتنی چڑھ گئی ہے کہ چیلنج دیتے ہیں کہ صحابہ کے اقوال کا حجت قرار دینے پر دلیل لاؤ۔۔۔!!

چنانچہ غیر مقلدین کے "وکیلِ سلفیت رئیس ندوی" صاحب لکھتے ہیں

"ہمارا مطالبہ دیوبندیہ سے۔۔۔ کوئی ایک دلیلِ شرعی بھی اقوال وافعالِ صحابہ کے حجت ہونے پر

دیں مگروہ آج تک عاجز وخائب وخاسر رہے اور تاقیامت ایسے ہی رہیں گے، کس نص یا قول و فعل صحابی واجماع امت میں ہے کہ اقوال وافعال صحابہ کو حجت بناؤ؟"

(مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ ص655)

سبحان اللہ! اس ناکام وکیل کی وکالت دیکھو کہ قول و فعلِ صحابی کے حجت ہونے پر دلیل لاؤ کاش زندہ ہوتا تو کوئی دلائل لاتا لیکن غیر مقلد سمجھدار کہاں ہوتا ہے ان کے ساتھ جب علمی بات چیت ہوتی ہے تو بیچاروں کی کیا حالت ہوتی ہے وہ خود انہی کے مؤرخ مولانا اسحاق بھٹی صاحب سے ملاحظہ کیجئے، موصوف اپنی جماعت کے متعلق لکھتے ہیں

"جماعت اہلحدیث کے لئے علمی اور گہری باتیں بسا اوقات پریشانی کا باعث ہوتی ہے"

(قافلہ حدیث ص80)

خود تو صحابہ کے اقوال سے بھاگتے ہیں لیکن مجال ہے کہ صحابہ کے بغیر یہ لوگ اپنا ایمان ہی ثابت کر دیں، نمک حرامی کی بھی حد ہوتی ہے مجھے تو اس خاص موقعہ پر غیر مقلدین کے محقق بہاولپوری صاحب کی بات یاد آئی کہ

"ورأیت المنافقین یصدون عنک صدودا تو وہ جو منافق ہو گا ڈٹ جائے گا اور اب اللہ نے سمجھ دی ہے غور کرتے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں یہ آیت تو اہلحدیثوں پر بھی فٹ آتی ہے"

(خطبات بہاولپوری ج3 ص85)

36. چند اعترافی حوالہ جات

آخر میں چند اعترافی حوالہ جات ذکر کرینگے کہ خود غیر مقلدین نے بھی مانا ہے اور اقرار کیا ہے کہ واقعی ہماری مذہب میں احادیث صریحہ سے انکار موجود ہیں، چنانچہ مشہور غیر مقلد عبد الحق غزنوی صاحب اپنے مسلک کے ہیرو اور شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری صاحب کے متعلق لکھتے ہیں

"آیاتِ صریحہ اور احادیثِ صحیحہ اور اہلِ اسلام کو چھوڑ کر قفال کا مقلد بن کر عرش سے انکاری ہوا"

(الاربعین ص18)

موصوف مزید امرتسری صاحب کے متعلق لکھتے ہیں

"چونکہ مصنف تفسیر ثنائی کے نیچر کے خلاف ہے لہذا صریح حدیث سے خلاف کیا اور اس تفسیر سے ابو علی جبائی معتزلی کا مقلد ہوا"

(الاربعین ص19)

یہ بھی پڑھے

"چونکہ مصنف تفسیر ثنائی نے بتقلید فرقہ ضالہ معتزلہ بر خلاف تفسیر نبوی وہ معنی کیا ہے جس سے عذاب قبر اور سوال نکیر و منکر ثبوت تک نہ پہنچے

(ص20)

اس لئے تو غیر مقلدین کے مشہور خطیب و مناظر عبد اللہ بہاولپوری صاحب کہتے ہیں کہ

"میرے بھائیو! صحیح دین کونسا ہے؟ حنفی صحیح دین نہیں ہے وہابی صحیح دین نہیں ہے"

(خطبات بہاولپوری ج3 ص315)

کوئی یہ نہ کہے کہ غزنوی صاحب کا امر تسری صاحب سے ذاتی دشمنی تھا بلکہ غیر مقلدین کے بڑے محسن حسین بٹالوی صاحب بھی امر تسری صاحب کے متعلق یوں راز فشائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"احادیث صحیحہ نبویہ مفسرہ قرآن کو چھوڑ کر بتقلید معتزلہ و نیچریہ قرآن کی تفسیر رائے سے کرتا ہے"

(الاربعین ص44)

عبد المنان نور پوری صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

"بعض اوقات اہلحدیث بھی تقلید کی دعوت دینا شروع کر دیتے ہیں کوئی مسئلہ بیان کیا جائے قرآن کی آیت یا رسول اللہ ﷺ کا فرمان سنایا جائے تو کہا جاتا ہے فلاں صاحب نے تو یہ فتویٰ دیا ہے کیا یہ تقلید نہیں؟ دوسروں کے متعلق تو تقلید کا مسئلہ پوچھتا ہے اور خود وہ تقلید کر رہا ہے"

(مقالات نور پوری ص158)

الغرض۔۔۔ غیر مقلدین کا مسلک اور مسائل تو ہے ہی احادیث کے خلاف، لیکن ان کے اکابرین بھی یہ اظہارِ حقیقت بیان کرتے ہیں کہ ہمارے مسلک کے فلاں فلاں احادیث کے خلاف ہیں، لیکن اس کے باوجود بھی

ان لوگوں کا یہ کوشش ہے کہ

"آپ کا فرض ہے کہ اس دین کی لوگوں مو دعوت دیں اور لوگوں کو اہلحدیث بنائیں۔۔۔ یہ سب سے بڑا اجہاد ہے "(خطبات بہاپوری ج3 ص315)

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو فتنہ غیر مقلدیت سے بچائیں آمین یارب العالمین

علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا بے مثال حافظہ

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ درس سے فراغت کے بعد میں جب بھی حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا تو پہلے سے لکھے ہوئے متعدد سوالات کے جواب اُن سے معلوم کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ کی حاضری میں ترمذی شریف کی ایک عبارت کا حوالہ میں نے دیا اور عرض کیا کہ اس عبارت میں یہ اشکال ہے، بہت غور کیا لیکن حل نہیں ہوسکا۔ فرمایا

"مولوی صاحب! آپ کو یاد نہیں رہا، مجھے خوب یاد ہے کہ جس سال آپ دورہ میں تھے اس موقع پر میں نے بتایا تھا کہ یہاں ترمذی کے اکثر نسخوں میں ایک غلطی واقع ہوگئی ہے لیکن لوگ سرسری طور پر گزر جاتے ہیں اور انھیں پتہ نہیں چلتا، ورنہ یہ اشکال سب کو پیش آنا چاہیے"

پھر فرمایا کہ "صحیح عبارت اس طرح ہے"

مولانا نعمانی مد ظلہم لکھتے ہیں:

"اللہ اکبر! یہ بات بھی یاد رہتی تھی کہ فلاں سال اس موقع پر سبق میں یہ بات فرمائی تھی۔

(حیاتِ انور، ص:۲۲۵تا۲۲۸)

مولانا ساجد محمود صاحب حفظہ اللہ، سلانوالی، سرگودھا (قسط:۳)

تضادات مماتیت

5. انسان فقط روح کا نام ہے یا روح و جسم کے مجموعہ کا؟

حضرت مولانا محمد حسین نیلوی صاحب "انسان روح اور جسم کے مجموعے کو قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"انسان فقط روح کا نام بھی نہیں ہے روح اور جسم کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔"

(نداء حق جلد 1 صفحہ 265)

ان کے فرقہ کے ایک دوسرے عالم مولانا محمد اسحاق توحیدی صاحب کا اس بارے میں نظریہ دیکھیے

چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ اصل انسان روح کا نام ہے یہ ہے حقیقت اس کو قبول فرمائیں۔

(عقیدۃ الاکابر والاصاغر صفحہ 20)

6. کیا حیات روح کے بغیر ہو سکتی ہے؟

مفتی محمد عزیز الرحمن نوشکوی تحریر کرتے ہیں کہ

"روح ہی سے حیات ہوتی ہے اور اس کی مفارقت سے بدن مردہ ہو جاتا ہے۔"

(عالم برزخ میں مستقر ارواح صفحہ 2)

موصوف مفتی صاحب اپنی ایک دوسری تصنیف میں اس نظریہ کے برعکس کہتے ہیں کہ

"روح کے بغیر بھی حیات ہو سکتی ہے۔"

(حقیقت عذاب قبر صفحہ 27)

7. قائلین سماع النبی ﷺ کے متعلق مماتیوں کے دو متضاد فتوے

اس فرقہ کے مشہور سُریلے خطیب علامہ احمد سعید خان ملتانی قائلین سماع النبی ﷺ پر فتوی صادر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

"یا یہ عقیدہ رکھا کہ انبیاء کرام یا خصوصاً امام الانبیاء جناب نبی کریم ﷺ ہر وقت ہر پڑھنے والے

کا درود و سلام سنتے ہیں خواہ دور سے یا عند القبر یعنی قبر کے پاس تو ایسا عقیدہ رکھنے والے نے

شرک فی السمع یعنی اللہ کے ساتھ سننے میں شرک کا ارتکاب کیا ہے اور قرآن حکیم کی نصوص قطعیہ کا انکار کیا ہے لہذا ایسا شخص کافر اور مشرک ہے۔"

(قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ 118.)

اس فتوی کے خلاف اسی فرقہ کا قائلین سماع النبی ﷺ کے بارے ایک دوسرا فتوی بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

"جو لوگ قبر شریف کے پاس یعنی عند قبر النبی ﷺ صرف صلاۃ وسلام کے سماع کے قائل ہیں ہم ان کو کافر نہیں کہتے بلکہ ہم ان کو اہل سنت والجماعت سے خارج بھی نہیں قرار دیتے۔"

(ملتان کے اجلاس کا فیصلہ 2 ربیع الاول 1403 ہجری۔ 30 دسمبر 1981 بحوالہ کتاب عقیدۃ الاکابر صفحہ 54۔55)

اسی طرح حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاریؒ نے مولانا محمد علیؒ صاحب کی طرف ایک خط لکھا تھا اس خط کا بھی کچھ متن ملاحظہ فرمالیجئے حضرت مولانا محمد علی صاحب کی طرف لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"سلف تو سارے کے سارے حیات برزخی کے قائل تھے بعد میں علماء کے دو مسلک ہو گئے اکثر تو حیاتِ برزخی کے ہی قائل رہے اور بعض حیاتِ دنیاوی کے قائل ہو گئے مگر ہم دونوں کو اہل سنت ہی سمجھتے ہیں۔"

(تعلیم القرآن رسالہ بابت ماہ فروری 1961 صفحہ 6)

8. کیا احناف کے سارے علماء عدم سماع کے قائل ہیں یا بعض؟

ان کے ایک مصنف بے دھڑک یہ تحریر کرتے ہیں کہ

"احنافؒ کے سارے علمائے کرام اور آئمہ کرام کے نزدیک کوئی مردہ بھی نہیں سنتا ہے۔"

(نفی سماع انبیاء واموات صفحہ 350)

مصنف موصوف کی یہ تحقیق بد دیانتی کی ہر سرحد کراس کر رہی ہے کہ احناف سارے عدم سماع پر متفق ہیں اب آیا یہ تحقیق خلاف واقعہ ہے یا نہیں ہم اس پر خود کچھ عرض کرنے کے بجائے انہی کے ایک ہم مسلک دوسرے عالم سے ہی سن لیتے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ

"علماء اکابرین کے نزدیک اکثر علمائے حنفیہ کا عقیدہ ہے کہ مردے نہیں سنتے۔"

(عقیدۃ الاکابر صفحہ 22)

اس عبارت سے اوپر کے جھوٹ کا تو پوری طرح پول کُھل گیا جس میں کہا گیا ہے کہ تمام احناف کے علماء عدم سماع پر متفق ہیں۔

9. کیا مسئلہ توسل ثابت ہے یا نہیں؟ علماء اشاعت کا جھگڑا

چنانچہ اس بارے ان کا پہلا نظریہ یہ ہے کہ

"مردوں کو وسیلہ بنانا اور ان کے ذریعے سے اللہ تعالی سے دعائیں مانگنا اس طرح کرنا حرام ہے اور کفر اور شرک کے پھیل جانے کا ذریعہ ہے۔"

(نفی سماع انبیاء و اموات صفحہ 488)

اس نظریے کے خلاف انہی کے ایک اور عالم اُٹھے اور وہ اس نظریے کو ہواؤں میں بکھیرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

الجواب: سماع میں تو اختلاف ہے اکثر اہل کشف اس کے قائل ہیں مگر ان سے درخواست دعا کسی دلیل سے ثابت نہیں کیونکہ ان کو دعا کا اختیار دیا جانا کہیں منقول نہیں البتہ ان کے توسل سے دعا کرنا ثابت ہے.

(عقیدت الاکابر صفحہ 17)

10. حقیقی انسان کے اجزائے اصلیہ کون سے ہیں؟

حضرت مولانا محمد حسین نیلوی صاحب اپنی مشہور کتاب نداء حق میں اس بارے لکھتے ہیں کہ

"عذاب و ثواب کی احادیث میں بدن جسد یا جزء بدن سے یہی حقیقی انسان (اجزاء الاصلیہ) مراد ہیں۔"

(نداء حق حصہ 1 صفحہ 267)

اپنی ایک دوسری تصنیف میں حضرت موصوف کا قلم ایک مرتبہ پھر ڈگمگایا اور وہ اپنے اس قول سے ہٹ کر ایک دوسرا نظریہ قائم کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ

اور انسان اجزاء اصلیہ کا نام اور جسم عنصری کے اجزاء (ہاتھ پاؤں منہ کان پیٹ دل گردہ وغیرہ) اجزائے عرفیہ ہیں یہ اجزاء حقیقی اور اصلی اور ازلی نہیں۔

(مجموعہ رسائل نیلوی احسن العقائد یعنی عقائد علمائے دیوبند صفحہ 459)

11. کیا حضرت امّی عائشہ صدیقہؓ سے مسئلہ عدمِ سماع میں کسی صحابیؓ نے اختلاف کیا یا نہیں؟

اس مذہب کے ایک نومولود لکھاری عدل وانصاف کے قاتل، جھوٹ، دھوکہ اور فریب کاری کے شیدائی جناب مفتی محمد عزیز الرحمن نوشکوی ایک مرتبہ پھر اپنے بے رحم قلم کو جھوٹ کی چراگاہ میں چرنے کے لیے بے جگری کے ساتھ چھوڑتے ہیں اور وہ بے رحم قلم جھوٹ کے چارہ سے پوری طرح چر کے یہ لکھتا ہے کہ

"کسی ایک صحابی نے بھی سیدہ عائشہ صدیقہ سے اس مسئلہ (عدمِ سماع از راقم) میں اختلاف نہیں کیا اور اختلاف کرتے ہی کیوں؟"

(فرقہ حیاتیت کے ساتھ جھوٹ صفحہ 5)

حضرت مفتی موصوف صاحب کے قلم نے جہاں جھوٹ کا خون بہایا ہے وہیں ان کے اس قلم نے اپنے ہی بزرگ حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ کی تحقیق پر بھی پانی پھیرا ہے۔

حضرت شیخ القرآن اس بارے لکھتے ہیں۔

"سماع موت کا مسئلہ صدر اول یعنی زمانہ صحابہ کرام سے اختلافی چلا آرہا ہے۔"

(جواہر القرآن تحت الایت انک لا تسمع الموتی)

(جاری)

محترم محمد مدثر علی راؤ صاحب حفظہ اللہ (قسط:۲)

قادیانیت کی گرتی دیوار کو غامدیت کا سہارا

قارئین کرام! گزشتہ قسط میں ہم نے آپ کے سامنے غامدی صاحب کی قادیانیت نوازی کا کچھ حصہ پیش کیا تھا جس میں قادیانیوں کے گھر سے یہ ثابت کیا گیا تھا کہ مرزا قادیانی کوئی مناظر اسلام اور صوفی نہیں بلکہ اسلام دشمن، دھوکے باز اور کذاب شخص تھا جسے غامدی صاحب ایک نیک پارسا اور ولی اللہ سمجھتے ہیں۔

اب اس سے آگے ملاحظہ فرمائیں

غامدی صاحب نے مرزا قادیانی کی بابت اپنے وڈیو لیکچر میں جو کچھ بیان کیا ہم یہاں پر اختصار کی خاطر اسکا خلاصہ عرض کر رہے جو کہ عین وڈیو لیکچر کے مطابق ہے..... اور خلاصہ یہ ہے کہ

> "غامدی صاحب کے نزدیک مرزا قادیانی چونکہ ایک صوفی تھا اور اس کے ساتھ تصوف کے کچھ معاملات پیش آرہے تھے جس کی وجہ سے وہ بھی باقی اولیاء اللہ و بزرگان دین کی طرح دعوے کرنے لگ گیا تھا جس میں اس نے نزول مسیح کی احادیث کی تاویل کرتے ہوئے خود کو مثیل مسیح قرار دے دیا۔ مرزا قادیانی خود کو اللہ کے عاجز بندوں میں شمار کرتا تھا اور وہ جو کچھ بھی کہتا تھا وہ سب تصوفانہ تعبیرات تھیں اور مرزا قادیانی نے اپنی کتب میں صوفیاء کی عبارات کو بطور دلیل اپنے حق میں بھی پیش کیا ہے۔ مرزا قادیانی کا اصل معاملہ اس وجہ سے خراب ہوا کیونکہ اس نے اپنی تعلیمات کو عام کر کے انکی دعوت و تبلیغ کا اہتمام کرنا شروع کر دیا تھا جبکہ اس سے پہلے جتنے صوفیاء گزرے ہیں ان میں سے کسی نے بھی اپنی تعلیمات کو عام نہیں کیا تھا بلکہ انہیں صرف خواص تک محدود رکھا تھا۔ باقی مرزا قادیانی جو کچھ کہتا تھا وہ وہی باتیں تھیں جو اس سے پہلے اس امت کے بزرگان دین کرتے چلے آرہے تھے بلکہ انہوں نے اس سے بھی زیادہ بڑی باتیں کی ہیں۔ باقی مرزا قادیانی نے چونکہ اپنے منکرین پر کفر کے فتوے جو لگائے تھے اس کی وجہ سے بھی اسے سخت رد عمل کا سامنا کرنا پڑا۔"

قارئین کرام! یہاں ہم یہ بھی عرض کرتے چلیں کہ غامدی صاحب نے مرزا قادیانی کے متعلق صرف

اس کے مثیل مسیح کے دعوے کو پیش کیا اس کے علاوہ اسکی بقیہ جو کفریہ عبارات ہیں جس میں مرزا قادیانی نے کہیں پر اللہ اور کہیں پر محمد رسول اللہ ہونے اور خود کو محمد رسول اللہ کا عکس قرار دیے جانے کے جو واضح کفریہ دعوے کیے ہیں انہیں غامدی صاحب نے بلکل ہی نظر انداز کر دیا کیونکہ اگر یہ سب کچھ پیش کر دیا جاتا تو غامدی صاحب اپنے حلقہ احباب میں مرزا قادیانی کے لیے نرم گوشہ کیسے پیدا کر پاتے؟

غامدی صاحب کا مرزا قادیانی کو صوفیاء کی عبارات کے پیچھے چھپانے کی ناکام کوشش

غامدی صاحب نے مرزا قادیانی کو حضرات صوفیاء کرام کی عبارات کی اوٹ میں کھڑا کر کے دفاع کرنے کی ناکام کوشش کی جس پر انہوں نے حضرت مجدد الف ثانیؒ، شیخ ابن عربیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ وغیرہم کی عبارات سے استدلال کیا۔

صوفیاء کرام اور مرزا قادیانی کی کتب میں فرق

قارئین کرام! سب سے پہلے صوفیاء کرام اور مرزا قادیانی کی کتب میں ایک بنیادی فرق کو واضح سمجھ لیں کہ صوفیاء کرام کی کتب میں ہمیشہ سے تحریف ہوتی چلی آئی ہے جسے بعد میں آنے والے لوگ انکی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور یہ بات اس وقت زیادہ واضح ہو جاتی ہے جب صوفیاء کی طرف منسوب کی گئی عبارات ان کی ہی دی گئی تعلیمات کے خلاف ہوں۔ پھر دوسری بات صوفیاء کرام کی طرف منسوب کی گئی عبارات بے سند ہوتی ہیں جن کا کوئی واضح ثبوت نہیں ہوتا۔

اس کی ایک مثال شیخ ابن عربیؒ کی کتب ہیں جن کے متعلق شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ جو کہ شیخ ابن عربیؒ کے ترجمان خاص ہیں انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ شیخ ابن عربیؒ کی کتب میں خفیہ طور پر بہت سے اضافے بھی کیے گئے ہیں اور ایسے عقائد ان کی طرف منسوب کیے گئے ہیں جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھے، چنانچہ شیخ عبدالوہاب شعرانی اپنی کتاب "الیواقیت والجواہر" میں لکھتے ہیں کہ:

"وقد اخبرنی العارف باﷲ تعالی الشیخ ابوطاہر المزنی الشاذلی رضی اللہ عنہ ان جمیع ما فی کتب الشیخ محیی الدین مما یخالف ظاہر الشریعۃ مدسوس علیہ، قال لانہ رجل کامل باجماع المحققین والکامل لایصح شطحہ عن ظاہر الکتاب والسنۃ۔"

ترجمہ: عارف باللہ شیخ ابوطاہر شاذلی نے مجھے بتایا کہ وہ تمام عبارات جو شیخ ابن عربی کی کتابوں میں مخالف شریعت نظر آتی ہیں سب الحاقی ہیں یعنی کسی اور کی طرف سے اضافہ شدہ ہیں، کیونکہ محققین کے مطابق وہ (شیخ ابن عربیؒ) ایک کامل انسان تھے، اور کامل بندے کتاب وسنت کے ظاہری حکم سے ہٹ کر کوئی بات نہیں کیا کرتے۔

(الیواقیت والجواہر، جلد 1 صفحہ 16، طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت)

پھر شیخ شعرانیؒ نے چھے صفحات کے بعد یہ لکھا ہے کہ....

”کما اخبرنی بذلک سیدی الشیخ ابوالطاہر المغربی نزیل مکۃ المشرفۃ ثم اخرج لی نسخۃ الفتوحات التی قابلہا علی نسخۃ الشیخ التی بخطہ فی مدینۃ قونیۃ فلم ار فیھا شیئاً مما کنتُ توقفتُ فیہ وحذفتہ حین اختصرت الفتوحات۔“

ترجمہ: جیسا کہ مجھے شیخ ابوطاہر مغربی حال نزیل مکہ مکرمہ نے بتایا، پھر انہوں نے میرے لئے فتوحات مکیہ کا وہ نسخہ نکالا جس کا انہوں نے شیخ ابن عربی کے ہاتھ سے لکھے ہوئے اس نسخہ سے تقابل کیا تھا جو قونیہ شہر میں تھا، وہ باتیں جن کے اندر میں متردد تھا اس نسخے میں بالکل نہیں تھیں، لہٰذا جب میں نے فتوحات مکیہ کا اختصار کیا تو ان باتوں کو حذف کر دیا۔

(الیواقیت والجواہر، جلد 1 صفحہ 23 طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت)

یہ ایک مثال بطور نمونہ ہم نے آپ حضرات کی خدمت میں پیش کی ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ صوفیاء کرام کی کتب میں ان کے جانے کے بعد انکی تعلیمات کے برخلاف کیسے تحریف کر دی جاتی ہے۔

اب ذرا مرزا قادیانی کی کتب کے متعلق بھی جان لیں کہ مرزا قادیانی کی تمام کتب اس کی اپنی تصنیف شدہ ہیں جو کہ اس نے خود اپنی زندگی میں شائع کروائی تھیں اور پھر وہی کتب آج بھی جماعت قادیانیہ کی طرف سے شائع کی جارہی ہیں۔ لہٰذا یہ ایک بنیادی فرق سمجھنے کی ضرورت ہے صوفیاء کرام اور مرزا قادیانی کی کتب میں کہ صوفیاء کرام کی کتب ان کے جانے کے بعد منظر عام پر آتی ہیں جن میں تحریفات کی گئی ہوتی ہیں جبکہ مرزا قادیانی کی تمام کتب اسکی زندگی میں ہی بغیر کسی تحریف کے ریکارڈ میں آچکی تھیں۔ اب آیئے صوفیاء کرام کی عبارات کی طرف جن کی اوٹ میں غامدی صاحب نے مرزا قادیانی کا دفاع کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کی بابت غامدی شبہ

غامدی صاحب نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات میں سے انکی ایک فارسی عبارت کو پڑھ کر اسکا ترجمہ کیا کہ

"جاننا چاہیے کہ منصب نبوت بیشک خاتم النبیین ﷺ پر ختم ہو گیا لیکن اس منصب کے کمالات آپ کو پیروؤں کو آپ کے پیروؤں ہی کی حیثیت سے اب بھی پورے حاصل ہو سکتے ہیں۔"

قارئین کرام! غامدی صاحب نے مجددؒ کی اس فارسی عبارت کا ترجمہ تو کر دیا لیکن اس عبارت میں موجود منصب کمالات کے ذکر کی تشریح اپنی طرف سے کر دی جسے آپ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

"منصب کے کمالات کیا ہیں؟ وحی آتی ہے، الہام ہوتا ہے خدا سے رابطہ ہوتا ہے۔"(غامدی)

غامدی شبہ کا ازالہ

قارئین کرام! غامدی صاحب نے تو منصب کمالات کی اپنی خود ساختہ تشریح کر دی لیکن اب ہم منصب کمالات کی تشریح غامدی صاحب کی طرح خود کرنے کی بجائے ان شخصیات کی طرف رجوع کرتے ہیں جنکا براہ راست درج بالا عبارت سے تعلق ہے۔ جن میں خود مجدد الف ثانیؒ، انکے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصومؒ اور تفسیر مظہری کے مصنف و مرتب حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ شامل ہیں۔ اب ان تین شخصیات کے حوالے سے منصب کمالات کی تشریح ملاحظہ فرمائیں۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تشریح

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ایک مکتوب لکھا جس میں انہوں نے خصوصی طور پر منصب کمالات کو سمجھایا ہے چناچہ حضرت فرماتے ہیں کہ

"نبوت عبارت از قرب الہی است وشائبہء ظلیت ندارد۔۔ ایں قرب بالاصالۃ نصیب انبیاء است علیہم الصلوات والتسلیمات وایں منصب مخصوص بایں بزرگواران است علیہم الصلوات اولبرکات وخاتم ایں منصب سید البشر است علیہ و علی آلہ الصلاۃ والسلام۔"

ترجمہ: نبوت سے مراد قرب الہی ہے جس میں ظلیت کا کچھ بھی شائبہ نہیں۔۔ (آگے لکھتے ہیں)۔۔ یہ قرب صرف انبیاء علیہم السلام کے نصیب میں ہے اور یہ منصب انہی بزرگوں کے ساتھ

ساتھ مخصوص ہے نیز یہ منصب سید البشر ﷺ ہر ختم ہو چکا ہے۔

(مکتوبات امام ربانیؒ، دفتر اول، مکتوب 301)

پھر آگے مجددؒ فرماتے ہیں کہ

"پس حصول کمالات نبوت مر تابعان را بطریق تبعیت ووراثت بعد از بعثت خاتم الرسل علیہ و علی آلہ و علی جمیع الانبیاء والرسل الصلوات والتحیات منافی خاتمیت او نیست۔"

ترجمہ: پس آنحضرت ﷺ خاتم الرسل کی بعثت کے بعد آپ کے متبعین کو تبعیت ووراثت کے طریق پر کمالات نبوت کا حاصل ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کے منافی نہیں ہے۔

(مکتوبات امام ربانیؒ، دفتر اول، مکتوب نمبر 301)

قارئین کرام! مجددؒ کی ان عبارات سے جو بات واضح ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ

"خاتم الانبیاء ﷺ کے بعد دین کے صحیح تابعدار لوگوں کو اس اتباع کی بدولت نبوت کے کمالات وفضائل حاصل ہوں تو یہ حضور ﷺ کی ختم نبوت کے منافی نہیں"(اس لئے کہ یہ فضائل وکمالات اجزائے نبوت ہیں اور کسی چیز کے بعض اجزاء کے حاصل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ پوری کی پوری چیز اسے حاصل ہو گئی۔ جیسے مثال کے طور پر حدیث شریف میں رؤیا صالحہ یا اچھے خواب کو اجزاء نبوت میں شمار کیا گیا ہے تو کیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ جسے رؤیا صالحہ نصیب ہوں اسے نبوت مل گئی؟ ہر گز نہیں۔)

پھر مجددؒ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنے ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں کہ

"ودرشان حضرت فاروق رضی اللہ عنہ فرمودہ است علیہ وعلی آلہ الصلاۃ والسلام لوکان بعدی نبیاً لکان عمر یعنی لوازم وکمالاتے کہ در نبوت درکار است ہمہ را عمر دارد، اماچوں منصب نبوت بخاتم الرسل ختم شدہ است علیہ وعلی آلہ الصلاۃ والسلام بدولت منصب نبوت مشرف نہ گشت۔"

ترجمہ: حضرت (عمر) فاروق رضی اللہ عنہ کی شان میں (آنحضرت ﷺ) نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے، یعنی جو لوازم وکمالات نبوت درکار ہیں وہ سب حضرت عمر

رضی اللہ عنہ کے اندر ہیں لیکن چونکہ نبوت کا منصب خاتم الرسل علیہ وعلی آلہ الصلاۃ والسلام پر ختم ہو چکا ہے اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ منصب نبوت کی دولت سے مشرف نہ ہوئے۔

(مکتوبات امام ربانیؒ، دفتر سوم، مکتوب نمبر 24)

پس جناب۔۔۔ امام صاحب کی ان عبارات کے کبریٰ اور صغریٰ کو ملانے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت مجددؒ کے نزدیک منصب کمالات سے مراد وحی کا نزول یا خدا تعالیٰ سے رابطہ ہونا نہیں جیسا کہ غامدی صاحب نے اپنی طرف سے اسکی خود ساختہ تشریح کی بلکہ حضرت کے نزدیک کمالات نبوت سے مراد صرف نبوت کے اجزاء مراد ہیں کہ جن کے حصول سے لوگوں کا شمار اللہ اور اسکے رسول کے عین تابعداروں میں ہوتا ہے ناکہ ان پر کسی وحی کا نزول ہوتا ہے اور وہ سب کسی منصب نبوت پر فائز ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہ... جن میں ایک نبی کی صلاحیتیں تو موجود تھیں لیکن اس کے باوجود وہ نبی نہیں کہلائے۔

نوٹ: ہمارے نزدیک غامدی صاحب نے منصب کمالات سے مراد وحی کا نزول اور خدا تعالیٰ سے رابطہ ہونا اس لیے مراد لیا کیونکہ مرزا قادیانی بھی خود پر وحی کا نزول اور خدا تعالیٰ سے رابطے کا دعویدار تھا لہٰذا غامدی صاحب نے جانتے بوجھتے ایسا معنی اخذ کیا کہ جس سے مرزا قادیانی کو تحفظ فراہم کیا جا سکے۔

مضامین لکھنے والے حضرات چند باتوں کا خیال رکھیں!

1)اہل علم کے ساتھ رائے کا اختلاف آپ کا حق ہے اور یہ حق آپ سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔ لہٰذا آپ ہزار بار اختلاف رکھیں لیکن کسی کی ذات پہ کیچڑ اچھالنے کی کوشش نہ کریں۔

2)علمی تنقید کریں اور الفاظ کے چناؤ میں مہذب انداز اختیار کریں۔

3)تنقیدی انداز اپنانے کے لئے اگر آپ حضرات درجہ ذیل اکابرین کا انداز اپنائیں تو ان شاء اللہ آپ کی علمی تنقید کسی کی اصلاح کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے اور مخاطب سمجھے گا کہ مضمون نگار اللہ کے رضا کیلئے لکھ رہا ہے کسی کی ذات پہ نشتر لگانے کے لیے میدان میں نہیں اترا ہے۔

۱: امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

۲: قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

۳: حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۴: بحر العلوم سلطان المحققین علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ

۵: شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

4)مضامین میں احتیاط سے کام لے۔ حتی الوسع کوشش کریں کہ جہاں سے بھی آپ نے استفادہ کیا ہو، ان کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ ایسی صورت میں آپ کے مضامین مجلہ راہِ ہدایت میں شائع نہیں ہوں گے۔

5)ہمارا مجلہ چونکہ خالص مسلکی ہے اس لیے عقائد و نظریات سے ہٹ کر کوئی صاحب بھی مضمون بھیجنے کی زحمت نہ کریں۔

6)مجلہ راہِ ہدایت میں صرف اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے مضامین شائع ہوں گے۔

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

واٹس ایپ رابطہ نمبر: 03428970409